بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ڈاکٹر ذویمر کا بھوت

نمبر (۱)

مسیحی علماء کو یہ علم ہے کہ ہمارے اصول اور عقائد کو جو مذہب کی بنیاد سمجھے جاتے ہیں اسلام نیست و نابود کر رہا ہے اور اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نہیں کہ جس نے ہمارے عقائد کے بدنوں پر لرزہ ڈالا ہو۔ اسلیئے یہ لوگ ہمیشہ کوئی نیا شبہ اور افتراء اسلام کے متعلق شائع کرتے رہتے ہیں تاکہ لوگ اسلام سے بداعتقاد ہوں۔ چنانچہ آجکل ایک مسیحی نے آثار قدیمہ کے متلاشیوں کی کتاب میں Ka یعنی مصریوں کے بت کے متعلق کوئی تحقیق پڑھی ہے۔ محققین کی رائیں Ka کے بیان میں مختلف ہیں مگر پادری صاحب نے اسلام پر اعتراض کرنیکے لیئے ایک رائے کو یقینی مانا ہے اور وہ یہ ہے کہ افریقہ میں Ka کے لیئے گوشت و شراب وغیرہ کی قربانی ہوتی تھی اور جلائی ہوئی لوبان کی خوشبو اس کا شکریہ ہوتا تھا۔ انسان کے بت میں Ka ایسا ہی رہتا تھا جیسا کہ کسی دیوتے کا Ka اس دیوتے کے بت میں۔ اس تحقیق کو لیکر ڈاکٹر ذویمر نے قرین کے عنوان کے نیچے اپنی کم علمی کا اظہار کیا ہے کہ اسلام کی تمام باطل پرستیوں میں سے سب عجیب قرین پر یقین رکھنا ہے۔ اس کا غالباً پرانے مصری مذہب تک پتہ چلتا ہے۔ قرین سے ہر مسلمان کا عموماً یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ جوڑا یا خانگی بھوت

یا بدروح جو انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور اس سے مراد عام طور پر جن یا شیطان لیجاتی ہی؟

الجواب عیسائی واعظوں کے اقرار اس بات پر شاہدہ ہو رہے ہیں کہ اسلام نے تہذیب پھیلانے میں عیسائی مذہب سے زیادہ کوشش کی ہے۔ اسلام لانے سے بت پرستی۔ مردم خوری۔ اطفال کشی۔ توہمات فوراً دُور ہوجاتے ہیں۔ بیحیائی کی باتیں اور مرد و عورت کے ناجائز میل جول بند ہوجاتے ہیں۔ نجاست کی جگہ صفائی ہوجاتی ہے مگر آپ جیسے پادری اسلام پر افتراء باندھنے پر ہی لگے رہتے ہیں اور اپنے مذہب کی تعلیم اسلام کی طرف منسوب کرکے لوگوں کو بد اعتقاد کرنے میں ساعی ہیں۔ مگر اسلام میں برائی کے روکنے اور تہذیب کے پھیلانے کے بیحد عجیب اثر ہیں کسی کے چھپانے سے چھپ نہیں سکتے۔ پادری صاحب کا یہ افتراء عظیم ہے کہ اسلام میں قرین پر یقین لانیکی تعلیم ہے جو انسان کے ساتھ پیدا ہوتا ہے قرآن شریف سورہ انعام آیت ۹۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد جئتمونا فرادی کما خلقناکم اول مرۃ یعنی تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے آئے ہو جیسا کہ پہلی بار ہم نے تمکو پیدا کیا تھا اور حدیث بخاری میں رسول کریم فرماتے ہیں ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ۔ یعنی انسان کا بچہ صاف لوح والا پیدا ہوتا ہے اسکے ماں باپ اسکے یہودی یا نصرانی وغیرہ ہونیکا باعث ہوتے ہیں۔ ان حوالوں سے آپکے افترا کی صاف قلعی ظاہر ہوتی ہے انسان اکیلا ہی پیدا ہوتا ہے کوئی بدروح اسکے ساتھ نہیں پیدا ہوتی۔ بدصحبتوں کی وجہ سے بد ہوجاتا ہے۔ اسلام میں یہ تعلیم نہیں البتہ بائیبل اس تعلیم کی مؤید ہے نئے عہد نامہ میں تو مسیح کا اعلیٰ معجزہ ہی بدروحیں نکالنا ہے دیکھو متی باب ۸ و مرقس باب ۵ وغیرہ وہاں پہاڑوں پر ایک بڑا غول چر رہا تھا بدروحوں نے کہا ہم کو ان سؤروں کے اندر جانے دے اور بدروحیں اس مرد سے نکلکر سؤروں کے اندر گئیں۔

یہودی تو مسیح میں بھی بدروح کے قائل تھے۔ مگر اس مسیحی کے علم پر تعجب آتا ہے کہ اسلام پر یہ اعتراض اس نے کیوں کیا ہے Ka کے لیئے جیسے کیک و لحم وغیرہ اشیاء کی قربانی ہوتی تھی اسی طرح بائیبل ہوم کی تعلیم دیتی ہے۔ ہارون خوشبو کے لیئے مصالح جلاتے مفصل بحث دیکھو موسیٰ کی دوسری کتاب خروج باب ۲۹ و ۳۰۔ ہندوستان کے بت پرست

ہوم میں گوشت کی جگہ گھی وغیرہ چیزیں جلاتے ہیں مگر بائیبل بیل بکرا کے جلانیکا حکم دیتی ہے تم اس تعلیم میں ہندوؤں سے دو قدم آگے بڑھے ہوئے ہو۔ اسلام ان ہوموں کو لغو سمجھتا ہے ؕ

پادریصاحب نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ان آیتوں کو پیش کیا ہے جن میں قرین کا لفظ آیا ہے اور قرین سے مراد بدروح لی ہے لیکن میں پہلے بتا آیا ہوں کہ انسان کے ساتھ کوئی بدروح نہیں پیدا ہوتی اور یہ عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔ تفسیروں میں اکثر حدیثیں جھوٹی اور وضعی ہیں ہر ایک کے جھوٹ کے اظہار کا یہ موقع نہیں امام احمد بن حنبل کی مختصر کلام نقل کرنی کافی ہے قال ثلاثۃ کتب لیس لھا اصل المغازی والملاحم و التفسیر یعنی حدیثوں کی تین قسم کی کتابوں کا کوئی اصل نہیں مغازی اور جنگ۔ اور تفسیر کا۔ قرآن کی آیت کے خلاف جو حدیث ہو وہ کذب اور بہتان ہے مسلمان ایسی حدیث کو نہیں مانتے۔ نیز قرین صفت ہے اور صفت کے لیئے موصوف کا ہونا ضروری ہے۔ جو سوداگری اور زراعت میں برابر ہو اسکو بھی قرین کہا جاتا ہے اور جو جنگ اور عمر میں برابر ہو اسکو بھی قرین کہا جاتا ہے ایک مشہور مقولہ ہے لا تسئل عن المرء واسئل قرینہ یعنی کسی کے چال چلن سے پوچھنا ہو تو اس کے ساتھی کے چال چلن سے پوچھنا چاہیئے پھر ابوداؤد میں مذکور ہے الرجل علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل یعنی انسان اپنے دوست کی عادت پر ہوتا ہے پس ہر ایک کو دیکھ لینا چاہیئے کہ کس سے دوستی کرتا ہے آیتوں کے معنے تو ظاہر ہے۔ لیکن پادریصاحب نے اپنے مطلب کے مطابق کرکے بگاڑ دیئے ہیں پہلی آیت ہے من یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین سورۃ زخرف آیت ۳۶ یعنی جو شخص خدا کی یاد سے غافل ہو ہم اسکے لیئے شیطان کو سبب بنا دینگے دوسری آیت حتّٰی اذا جاءنا قال یالیت بینی و بینک بعد المشرقین فبئس القرین۔ پہلی آیت میں تو یہ بتایا ہے کہ جو ہمارے ذکر سے غافل ہوگا اسکے لیئے بھی ہم سامان مقرر کرینگے لیکن ایسے آدمی کا لگاؤ نیک کے ساتھ نہیں ہوگا شیطان کے ساتھی شیطان ہی مقرر کروں گا اور دوسری آیت میں یہ بتایا ہے کہ دنیا میں جو شرارتوں اور بدیوں میں ایک دوسرے کے

مددگار ہوتے ہیں آخرت میں یہ کچھ کام نہ دینگے بلکہ ایک دوسرے کے دشمن ہونگے جیسا کہ اور آیات میں بھی اس مسئلہ کو صاف کیا ہے یویلتی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاءنی سورہ فرقان یعنی مجرم جب گرفتار ہوگا تو کہیگا کاش میں فلانے کو دوست نہ بناتا اس نے مجھے گمراہ کیا ہے۔ یوم القیمۃ یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضاً سورۃ عنکبوت یعنی دنیا میں تو ایک دوسرے کے لحاظ اور محبت کی وجہ سے بتوں کو تو تم نے بنالیا ہے۔ مگر قیامت کے دن بعض تمہارا بعض سے انکار کرے گا اور ایک دوسرے کو تم لعنت کروگے۔ آیت سوم قال قرینہ ھذا مالدی عتید کے معنے کیئے ہیں کہیگا اس کا قرین یہ ہے میرے لیئے گواہی دینے کو تیار یہ معنے معترض کی صریح جہالت سے آگاہی دے رہے ہیں نہ تو یہ معنی اس آیت کے ہیں اور نہ یہ مطلب اس آیت کا ہے صحیح ترجمہ یہ ہے۔ اس کا ساتھی کہیگا یہ ہے جو میرے پاس طیار ہے۔ اس آیت میں قرین کے معنی اس طاقت اور حالت کے ہیں جسکے ذریعہ سے انسان کے کرتوت محفوظ رکھے جاتے ہیں اس کا بیان سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۳ و ۱۴ میں پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے وکل انسان الزمناہ طئرہ فی عنقہ ونخرج لہ یوم القیمۃ کتابا منشورا اقراء کتابك کفی بنفسك الیوم حسیبا

یعنی ہر ایک انسان کا اعمالنامہ اسکی گردن میں لگا دیا ہے اور قیامت کے دن ہم اسکے لیئے ایک کتاب نکالینگے جسکو وہ کھلی پائیگا اور اسکو کہا جائیگا اعمالنامہ پڑھ آج تیرے حساب کے لیئے تیرا نفس ہی کافی ہے ۔

پادری صاحب نے اسلام جیسے مذہب پر اعتراض کیا ہے مگر جس آیات کو استدلال میں لیا جاتا ہے انکا مطلب درکنار معنی بھی غلط کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کم علمی کی کیا دلیل ہوسکتی ہے سورہ ق کی آیت ۲۶ میں القیاہ فی العذاب الشدید کے معنی کرتے ہیں تم دونوں اسکو سخت عذاب میں ڈالو حالانکہ القیا کا صیغہ یہاں تاکید کا ہے تثنیہ کے لیئے استعمال نہیں کیا گیا قال قرینہ ربنا ما اطغیتہ ولکن کان فی ضلال بعید سورہ ق آیت ۲۷۔ یعنی اس کا ساتھی کہیگا اے رب میں نے اسکو سرکش نہیں کیا لیکن وہ آپ بڑی

گمراہی میں تھا اس آیت کی تشریح کچھ تو پہلے ہو چکی ہے زیادہ وضاحت کے لیئے دیکھو سورۃ بقرہ آیت ۱۶۶ و ۱۶۷ اذ تبرأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا ورأوا العذاب وتقطعت بھم الاسباب۔ جب متبعین تابعداری کرنیوالوں سے بیزار ہو جائینگے اور عذاب کو دیکھیں گے اور تعلقات سب ٹوٹ جائینگے تو تابعین کہینگے لو ان لنا کرۃ فنتبرأ منھم کما تبرأوا منا۔ مجرموں کا دنیا میں بھی یہی قاعدہ ہے کہ جب کام پورا ہو جاتا ہے تو ساتھی سے بیزار ہو جاتے ہیں اور اپنے کو جرم سے بے خبر بتلایا کرتے ہیں یہ کوئی اجنبی بات نہ تھی مگر پادری صاحب کی کمال عقل کو داد لینے کی ضرورت تھی ؂

اسلام پر اعتراض کرنے کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ پادریصاحب کے اوسان بجا نہ تھے کہ اپنے مذہب سے بھی بے تعلق نظر آتے ہیں۔ اسلام پر شیطان کے متعلق بھی اعتراض کیا ہے گویا انکی کتابوں میں اس کا ذکر ہی نہ تھا ایوب ۱ متی ۴ لوقا ۴ یوحنا ۸ پطرس ب ۵ یوحنا ب ۳ میں شیطان کے ذکر کی خوب بسط سے بحث تھی اور مکاشفات میں بھی موجود ہے۔ پھر بھی پادریصاحب کو اعتراض کرنیکی سوجھی ہے۔ مسیح کو چالیس رات تک شیطان پہاڑوں اور جنگلوں میں پھراتا رہا ہے اور ایک پل میں تمام دنیا کی بادشاہتیں جناب مسیح کو دکھا دی تھیں اور صرف کچھ عرصہ کے لیئے مسیح سے جدا ہوا تھا۔ . . . . اور کیا پطرس کے حق میں جو قول جناب مسیح نے انجیل متی میں کہا ہے۔ وہ پادری صاحب بھول گئے ؂

اسلام کی اصطلاح میں شیطانوں اور جنوں کی کئی قسمیں ہیں تفاسیر میں انکے متعلق ہزاروں جھوٹی حدیثیں مذکور ہیں لیکن یہ تمام حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں اور جو حدیث قرآن کے خلاف ہو اس کو ماننا اسلامی اصول کے خلاف ہے۔ شیطان اور جن کا لفظ عام ہے اور اس کے کئی معنی ہیں ہر ایک معنے موقع اور محل کے لیئے خاص ہے اول ہر ایک آدمی اپنے اندر دو محرک پاتا ہے ایک بدی کی ترغیب دینے والا ہے اور ایک نیکی کی ترغیب دینے والا پہلی قسم کا نام لمۃ الشیطان ہے اور دوسری کا نام لمۃ الملک پہلی تحریک کے بجا لانے پر اسلام نے بڑی تاکید کی ہے اور دوسری تحریک سے مجتنب رہنے کے لیئے حکم دیا ہے ؂

منافق اور مشرک شیطان ہیں و اذا خلوا الی شیاطینھم سورۃ بقرہ قال مجاھد الی اصحابھم من المنافقین و المشرکین بخاری جلد ۳

انبیاء کو ایذا دینے والے لوگ شیطان ہیں قل رب اعوذ بک من ھمزات الشیاطین و اعوذ بک رب ان یحضرون حتیٰ اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل عملا صالحاً یعنی اے میرے رب میں تیری حفاظت چاہتا ہوں شیطانوں کی چھیڑوں سے اور اس سے کہ وہ میرے پاس بھی آئیں یہاں تک کہ کسی کو انہیں موت آجائے اور کہے اے میرے رب مجھے واپس موڑ تاکہ میں اچھے عمل کروں -

کان النضر بن الحرث من شیاطین قریش سیرۃ ابن اسحٰق جلد اول یعنی نضر قریش کے شیطانوں سے تھا ہر ایک بدکار شیطان ہے - ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین - قال ابو عبید الشیطان کل عاۃ متمرد وقال الراغب کل قوۃ ذمیمۃ للانسان شیطان کھیل کے کبوتر شیطان - شیطان یتبع شیطانۃ (ابو داؤد) سیاہ کتا اور غضب شیطان ہے الکلب الاسود شیطان تمام موذی کیڑے شیطان ہیں ان الشیطان تعیث اذا غابت الشمس یعنی جب سورج غروب ہوتا ہے کیڑے نقصان کے لیئے پھرتے ہیں - مچھر اور مکھی شیطان ہیں - سفر میں فوج کا ایک جگہ نہ اترنا بلکہ متفرق ہو جانا یہ فعل شیطان سے ہے (ابو داؤد) الھوام من الجن (ابو داؤد) سستی اور کاہلی شیطان ہے - جو قومیں حضرت سلیمان کی تابعداری میں آپ کے کام کرتی تھیں بنی عمالیق وغیرہ شیطان اور جن ہیں - غرض شیطان اور جن کے کئی معنی ہیں لیکن شرائع کی مکلف وہی قسمیں ہیں جو ارضی نفس ناطقہ کی نوع سے ہیں باقی اقسام اُن شریعتوں کے مکلف نہیں جو انسان کی اصلاح کے لیئے نازل ہوئی ہیں کیونکہ قرآن شریف فرماتا ہے کہ نبی اور اس کی امت ایک نوع سے ہونی چاہیئے - دیکھو سورۃ بنی اسرائیل آیت ۹۴ لو کان فی الارض ملٰٓئکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السمآء ملکاً رسولاً - یعنی اگر دنیا میں فرشتے اطمینان سے چلتے تو ہم انپر آسمان سے فرشتہ رسول کرکے بھیجتے پھر دیکھو سورۃ انعام آیت ۹ لو جعلناہ ملکاً لجعلناہ رجلاً یعنی اگر ہم فرشتہ

رسول کرکے بھیجتے تو اسکو انسان بناکر بھیجتے ان آیتوں سے یہ سنت اللہ معلوم ہوتی ہے
کہ کبھی خدا نے کوئی غیر نوع کا دوسری نوع کی طرف نہیں بھیجا اور ان آیات کے ساتھ سورہ
ذاریات کی آیت ۵۶ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اور سورہ احزاب
کی ۷۲ آیت وحملھا الانسان کے ملانے سے مطلب خوب واضح ہوتا ہے کیونکہ سورۂ
ذاریات کی آیت میں یہ بتایا ہے کہ انسان اور جن کو خدا نے اپنی عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے
اور سورۂ احزاب کی آیت سے یہ بتایا ہے کہ شریعت کی امانت کا بوجھ صرف انسان نے ہی
اُٹھایا ہے صاف واضح ہے کہ جن قوموں کو قرآن شریف جزا و سزا کا مستوجب ٹھیراتا ہے
وہ ایک نوع کی صنفیں ہیں جدا جدا جنسوں کی مخلوق کو مخاطب نہیں کرتا۔ اصل بات یہ
ہے کہ نبی کریم صلعم کے بعثت کے ایام میں لوگوں میں ہر قسم کے عیوب موجود تھے بعض تو ایسی
قومیں تھیں جو اپنے آپ کو بنو اسماء کہتی تھیں اور بعض قبیلے بنو النار اور بنو الحراق کہلاتے
تھے جیسے کہ بنی غفار کے قبیلوں نے اپنے نام رکھے ہوئے تھے دیکھو سیرۃ ابن ھشام ۱۲/۲
اور بعض لوگ اپنی شرارت کی وجہ سے اپنا نام شیطان رکھا کرتے تھے نبی کریمؐ نے ان سب ناموں
کو تبدیل فرمادیا دیکھو ابوداؤد کتاب الادب غیر النبی صلے اللہ علیہ وسلم اسم العاص
وعتلہ والشیطٰن والحکم والغراب اسی طرح بعض عرب کی قومیں اپنے مونہوں پر
نقاب رکھتی تھیں ایسے لوگوں کو جن بھی کہا جاتا تھا جیسا کہ نصیبین کے کاہن یہودی تھے۔
ان سب قوموں کو قرآن شریف نے مخاطب کرکے نیکی کی طرف دعوت دی ہے۔ اور خطاب ہر ایک
کو ایک جیسا رکھا ہے کوئی فرق نہیں کیا۔ پس مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن اور شیطان
کا لفظ عام ہے ہر موقع اور محل کے مناسب اس کے معنی لیے جائینگے مثلاً نبی کریم صلعم نے فرمایا
ہے سورج کے غروب کے وقت بچوں کو گھر سے باہر نہ نکالا کرو کیونکہ یہ وقت شیطانوں کے اُبھرنے
کا وقت ہوتا ہے اور گھروں کے دروازے بند کردیا کرو۔ اس حدیث میں شیطانوں سے
مراد ملیریا وغیرہ امراض کے مچھر ہیں جو دروازوں کی ٹکر سے کمزور ہوکر واپس ہوجاتے
ہیں۔ اور جس حدیث میں یہ حکم ہے کہ بلوں میں پیشاب نہ کیا کرو لانہا مساکن الجن سے
سانپ وغیرہ ڈسنے والے موذی جانور مراد لیئے جائینگے۔ اور سونے کے وقت کی دعاؤں

میں شیطان سے مراد سستی اور غفلت کے معنی ہونگے اور جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرین کے مسلمان ہونیکا ذکر ہے اس جگہ قرین سے خیالات نفسانی مراد ہیں جنپر خدا نے نبی کریمؐ کو غالب کیا ہوا تھا - ورنہ یہ حدیث قرآن کریم کی آیات کے خلاف ماننی پڑیگی کیونکہ قرآن کے رو سے نبی کریمؐ کے کئی شیطان کفر کی حالت میں مرے ہیں اور مر رہے ہیں - اسی طرح حضرت عائشہ کی حدیث سے بھی مراد دلی وسوسے ہیں جو انکے دل میں پیدا ہوا تھا - اس وسوسہ کا نام جن اسواسطے ہے کہ دلی باتیں دوسرے سے مخفی ہوتی ہیں - سورۃ ق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ونعلم ما توسوس بہ نفسہ یعنی انسان کے دل میں جو اس کا نفس وسوسے ڈالتا ہے ہم انکو بھی جانتے ہیں ؂

پادری صاحب نے افترا میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی - پادریصاحب لکھتے ہیں قرین کی بابت اعتقاد ہے کہ وہ رات کو بلی کتے کی صورت میں بدل جاتا ہے اور رحم میں بچے کے پڑنے کے وقت قرنا آجاتے ہیں اور ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ابلیس نے ۳۰ انڈے دیئے ہیں یہ روح بانجھ پن پیدا کرتی ہے بچوں کو پیدا ہونے سے پیشتر ہی مار دیتی ہے بچوں اور جوانوں کی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے ؂

پادریصاحب نے یہ خیالات اسلام کی تعلیم کے بتلائے ہیں اور حوالجات میں وحشی لوگوں کے خیالات اور توہمات پیش کیئے ہیں - پادریصاحب! اسلامی تعلیم کسی کے چال چلن کا نام نہیں یہ تعلیم قرآن شریف اور سنت رسول میں محفوظ ہے انجیلوں کی طرح ہر روز اس میں ترمیم نہیں کی جاتی - تمہارے اس افترا کا رد بھی سورہ شوریٰ میں موجود ہے دیکھو آیت ۴۸ و ۴۹ و ۵۰ لله ملك السموٰت والارض يخلق ما يشاء يهب لمن يشاء اناثا ويهب لمن يشاء الذكور ...... ويجعل من يشاء عقيما پھر دیکھو سورۃ المومن هو الذی خلقكم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم يخرجكم طفلا ثم لتبلغوا اشدكم ثم لتكونوا شيوخا ومنكم من يتوفى من قبل اور پھر دیکھو سورۃ الحج آیت يايها الناس ان كنتم فى ريب من البعث فانا خلقناكم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة مخلقة وغير مخلقة لنبين لكم ونقر فى الارحام ما نشاء الى اجل مسمى

ثم نخرجکم طفلا ثم لتبلغوا اشدکم ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر۔ ان آیات سے کیسا وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرین کا نہ تو ماں کے پیٹ میں بچے سے کوئی واسطہ ہے اور نہ جوانی اور بڑھاپے میں بچے کا پیدا کرنا اور اسکو رحم سے گرا دینا اور جوان کو مارنا خدا آپ ہی کرتا ہے کسی قرین اور بھوت کا اس میں کوئی دخل نہیں ؏

تعویزات اور طلسمات کی ممانعت کے احکاموں سے اسلام کی تعلیم مملو ہے بجز اسلامی تعلیم کے اور کسی مذہب میں اسکی ممانعت نہیں پائی جاتی مگر پادری صاحب کو اسی پاک مذہب پر افترا کرنے کا فکر ہوا ؏

جو حدیثیں آپنے شیطان کے انڈوں کے متعلق لکھی ہیں وہ آپکے ہم مذہبوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ اسلام کے علماء نے اسرائیلیات پر اپنے ایمان کے اصول نہیں رکھے ہوئے اور نہ انکی حدیثوں پر اعتبار کرتے ہیں۔ حضرت معاویہ ایک روز مدینہ میں لوگوں کو تعلیم دیتے تھے اور وہاں کعب احبار کا بھی آپنے ذکر فرمایا اور کہا کہ اہل کتابوں کی حدیثیں جو لوگ سناتے ہیں ان سے یہ شخص زیادہ سچا ہے مگر کئی بار ہم نے اسکی کلام میں بھی جھوٹ دیکھا ہے دیکھو کتاب امام محمد بن اسمٰعیل بخاری جلد ۴۔ پس ایسے افتراؤں سے اسلام کا آپ لوگ کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ کیونکہ یہ مذہب اپنے ساتھ نصرت الٰہی رکھتا ہے۔ اور اسکی تعلیم بدعتیوں کے استعمال سے محفوظ ہے ؏

⁂ الہام

(چودھری فتح محمد سیال صاحب ایم۔ اے کے ایک انگریزی مضمون سے ترجمہ کیا گیا)

اللہ تعالیٰ خوش رکھے ہمارے محترم بھائی جناب عبداللہ الہ دین صاحب کو جنہوں نے جوش محبت اور خلوص نیت اور سچے ایثار سے نوع انسان کی حقیقی ہمدردی کی خدمت ادا کرنیکے

⁂ یہ مضمون سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب احمدی کی مرتبہ کتاب مسمی احمد کیلئے بطور دیباچہ کے لکھا گیا۔

لیئے اِس صدی کے مقدس مرسل و مامور ربانی جری اللہ فی حلل الانبیاء حضرت احمد قادیانی صلوٰۃ اللہ علیہ کے کلام حقیت التیام کا انتخاب (انگریزی زبان میں) شائع فرماکر پبلک کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ترقی خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی اُسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے جب اسکے مدارج کی تکمیل اور آبیاری کُلی اور تمام پہلوؤں سے ہو۔ اس اصول کو نظر انداز کرنے سے حصول کمال و عروج کی بجائے گوناگون عیوب دُکھ اور انحطاط کے گڑھے میں گرجاتے ہیں۔ یہ ایسا مستحکم اصول ہے کہ انسان کی فطرت کا ہر ایک شعبہ اور اسکی ہستی کا ہر ایک صیغہ عام اس سے کہ وہ جسمانی ہو یا اخلاقی اور سوشل ہو یا روحانی اس کی حکومت کے پنجے میں دبا ہوا ہے ؏

کون نہیں جانتا کہ اس زمانے کے وہ لوگ جو اپنی اپنی قومیت کے شیرازوں کے استحکام پر نازاں ہیں مذہب کو نہایت خفت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اس کیطرف سے بہت غفلت کو روا رکھتے ہیں اس غفلت شعاری کا خمیازہ یہ بھگتنا پڑتا ہے کہ خطرناک مصائب اور روح گداز بلیات کا ہمیشہ شکار ہوتے رہتے ہیں۔ قدرت الٰہیہ کی بے شمار طاقتوں اور جبلت انسانی کے پُر اسرار افعال پر غور اور خوض کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان کی دینی اور اخلاقی ترقی کی قوتیں اُسی وقت اپنے معراج ترقی پر پہنچ سکتی ہیں جب یہ تمام منازل کو طے کرنیکے لیئے ہر ایک پہلو سے ملکر اتفاق اور اتحاد سے کام کریں۔ ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہی علم اُلٹ کر موجب تباہی و بربادی ہو جائیگا۔ اس زمانہ کے عظیم الشان مصلح مامور رحمانی کے کلام کا انتخاب مغرب کے علم دوست حق پسند اصحاب کے پیش کرنے سے یہی غرض مدِ نظر ہے کہ انہوں نے اپنی غفلتوں اور بے توجہیوں سے جس قحط روحانیت کو خود پیدا کیا ہے اور اسمیں ہلاک ہوئے ہیں اُسکے انتہائی نتائج سے بچکر سلامتی میں داخل ہو جائیں۔ اور فطرت انسانی کی قوتوں کا وہ قیمتی اور مقدس جوہر جو مذہب کے لیئے مقدر ہے معزولیت کے قعر سے بیدار ہو کر اپنے اصلی مقصد کو حاصل کرنیکے کام میں لگ جائے ؏

حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے متعلق فرمایا ہے کہ **کلام الٰہی میری** اُم ہے۔ اس کی منشاء اور حقیقت کو سمجھنے کے لیئے یہ امر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے

مرسل برحق حضرت احمد کی زندگی کے چند خاص سوانح کو ذکر کیا جائے اور الہام یعنی کلام آلہی کی حقیقت اور اُسکی برکات کا تھوڑا سا تذکرہ ناظرین کرام کے پیش کیا جائے۔ اور مجھ کو امید ہے کہ اہل یوُرپ کو انکے مطالعہ سے اس کتاب کے سمجھنے میں بہت بڑی مدد مل جائیگی ؞

اس زمانہ کے اکثر لوگ الہام اور وحی کو بہت خفت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اسکے متعلق عام طور پر سخت غلط فہمی میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ انہوں نے اسے اتنا ہی سمجھ رکھا ہے کہ انسان جب مغالطہ میں پڑکر اوہام قلب یا غلو تخیلات اور اشتعال قوّت متخیلہ کا مغلوب ہو جاتا ہے تو اس کا نام الہام رکھ دیتا ہے ورنہ یہ اور کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ یہ ٹھوکر اُنکو اسلیئے لگی ہوئی ہے کہ وہ نادانی سے سمجھتے ہیں کہ قوائے مدرکہ روحانی میں شعور اور وقوف ایسا ناگہانی پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ انسان صبح کو بیدار ہوتے ہی دفعتاً اپنے آپکو ملہم سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ اگر انکا یہ خیال صحیح ہوتا تو پھر تو اشتباہ کو گنجائش ہوتی لیکن کوئی بات حق سے دور تر نہیں ہو سکتی۔ نبوّت ایسی شے نہیں کہ جس کا حصول ہر وزہ ممکن ہو۔ ہماری ہستی کی روحانی قوتیں بھی جسمانی حواس کی طرح تدریج اور ترتیب سے نشوونما پاتی اور تکمیل ہوتی ہیں۔ چنانچہ اسی حقیقت کو آشکارا کرنے کے لیئے حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء مرسر تاج صدی چہاردہم احمد صلعم نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴ میں ارشاد فرمایا ہے،

"وہ خدا تعالیٰ سے کامل تعلق پیدا کرنیوالے اُس شخص سے مشابہت رکھتے ہیں جو اوّل دُور سے آگ کی روشنی دیکھے اور پھر اُس سے نزدیک ہو جائے یہانتک کہ اُس آگ میں اپنے تئیں داخل کردے اور تمام جسم جل جائے اور صرف آگ ہی باقی رہ جائے۔ ... ...
اُسی طرح کامل تعلق والا دن بدن خدا تعالیٰ کے نزدیک تر ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ محبت الٰہی کی آگ میں تمام وجود اُسکا پڑ جاتا ہے اور شعلۂ نور سے قالب نفسانی جلکر خاک ہو جاتا ہے اور اُسکی جگہ آگ لے لیتی ہے"

غرض یہ ثابت شدہ بات ہے کہ الہامی نشوونما بھی تدریجی انتظام کے ماتحت ہے اور جو لوگ یہ خیال جمائے بیٹھے ہیں کہ الہام محض تخیلات اور اوہام باطلہ ہی ہوتے ہیں اُنکے ایسے خیالوں کی تغلیط کا اس تدریجی سلسلے کے ثبوت ہی میں پورے طور سے سامان بھرا ہوا ہے۔ کیونکہ درحقیقت اس آہستگی اور تدریج سے دل و دماغ اور طبیعت کسی فوری اثر کے نیچے دب نہیں سکتے بلکہ اُن کو روحانی

قوتوں کے افعال اور فطرت کے اندر کی موجودہ روحانیت کے تمام شعوب کے کاروبار پر غور اور انکی تنقید کا ایسی فراغت سے موقعہ ملجاتا ہے کہ جس سے دوسرے قوائے انسانی کی طرح انکے نتائج بھی وضاحت اور بداہت سے محکِ امتحان پر لگائے جاتے ہیں اور انکی صداقت اور برکات کا علم و یقین حاصل کیا جاتا ہے روحانی حسوں کے اندر بھی جسمانی حسوں کے سے تمام حقائق موجود ہیں۔ اور جس طرز احتیاط سے جسمانی حسوں کے افعال کو اعتبار اور بھروسے کا پایۂ دیا جاتا ہے وہی طرز انکے لیے بھی روا رکھی گئی ہے۔ جسمانی حسوں کے افعال پر نہ تو کبھی فوری طور سے بھروسہ کرنا شروع کیا جاتا ہے اور نہ ہی اکیلے اکیلے اُنپر اعتبار کی آغاز ہوتی ہے۔ انکا نشو و نما تدریجی اور مجموعی ہوتا ہے۔ ایک شیرخوار بچہ بھی اپنی تمام حسوں کو آہستگی سے پاتا اور اُنپر بھروسہ کرنے سے پہلے اپنی طرز پر انکو آزماتا اور اُنکے حصول اور افعال پر اطمینان پالینے کے بعد اُنکے افعال کی سچائی کا عملی طور پر قائل ہوتا ہے۔ اگر اس طرح بھی جسمانی حسوں سے تائید حاصل ہونے پر اطمینان نہیں ہوسکتا تو پھر روحانی حسوں پر بھی بھروسہ نہ کرنا جائز ہوسکتا ہے +

درحقیقت انسانی فطرت اور مفاجات یعنی ناگہانی ہوجانا باہم متضاد واقعہ ہوئے ہیں۔

ع تعجیل کار شیاطین بود

کیونکہ اسمیں ہمیشہ دھوکے اور بطلان کا دخل ہوتا ہے۔ اور تذبذب و بیزاری اور شک و دلبرداری کا اسکے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے +

یہ امر واقعہ ہے کہ سلسلہ تدریج ہی وہ بابرکت انعام ہے جو مبدء تشفی و اطمینان اور ذریعہ یقین و ایمان اور باعث قوت و استقامت اور مولد مروت و شہامت ہوتا ہے۔ اگر یہ نہو تو پھر ناگہانی نشو و نما سے تذبذب اور خطرات کے گڑھے میں گرنا اور فوری تکمیل سے بے اعتباری اور ایمانی بدانتظامی کے خطرات میں مبتلا ہونا اور گمراہی اور غلط روی اور غلط کاری کے خطرات میں پڑکر آخرکار اس مفاجات سے ساری ہستی کے قواء پر مرگ مفاجات کا وارد ہونا یقینی ہوتا ہے +

مثال کیلیے اپنی ابتدائی حالت ہی کی طرف دیکھ لو جب تم ابھی بچہ ہی تھے اور تم میں وہ قوت و شعور پیدا نہوئے تھے اور تمھیں اپنے نفس کی معرفت حاصل نہوئی تھی۔ اُسوقت اگر تمھاری ساری جسمانی حسیں اور قوتیں اور دلی طاقتیں یکبارگی اُٹھکر پورا بلوغ اور نمو حاصل کرلیتیں

تو نتیجہ یہی ہوتا کہ تم دیوانہ ہو جاتے اور عدم اعتبار کی وجہ سے تمہارے سارے قویٰ بیکار رہتے اور اس تحیر اور تذبذب کی زندگی کے تھوڑے ہی دن کاٹ کر پھر جو کچھ ہوتا تم اُسکو خود سمجھ سکتے ہو۔ لیکن اُس حکیم مطلق نے تمہاری فطرت کی ایسی حکمت بالغہ سے حفاظت فرمائی ہے کہ تمام جسمانی حسوں اور قلبی طاقتوں کے نشوونما کے لیئے آہستگی اور تدریج کا قانون لازم کر دیا ہوا ہے۔ ایک تو اس کا صریح فائدہ یہ ہے کہ جوں جوں تمہاری ساری حسیں اور قوتیں نشوونما پاتی اور بڑھتی گئیں تم ہر ایک کے جدا جدا فعل کو ایک دوسری کی اعانت سے سمجھتے گئے اور اُنکی صداقت پر اپنا اطمینان بڑھاتے گئے۔ ذرا سوچو کہ تمہاری اُس ابتدائی (بچپن) حالت میں اگر ایک گلاب کا پھول تمہارے سامنے رکھا جاتا تو تم صرف اسی قدر سمجھکر خوش ہوتے کہ کوئی خوشنما چیز تمہارے سامنے رکھی گئی ہے۔ اُس وقت نہ تم نے ابھی اپنی نظر پر پورے اعتبار کا سبق سیکھا تھا نہ تمہاری شامہ بڑھی تھی اور نہ ہی دوسری حسیں جو گل گلاب کی خوبی اور خاصیت اور خوشبو اور رنگ کو دیکھکر اور محسوس کر کے تمہیں خوش کر سکتی ہیں اسوقت تمہارے نزدیک ایسی معتبر تھیں۔ تم تو اُسوقت اسکو ایک اچنبا چیز سمجھکر حیرت اور تعجب کی نگاہ سے دیکھتے۔ پھر ذرا آگے بڑھکر اپنی نظر کی شہادت کی آزمائش کرنیکے لیئے اُسے ہاتھ میں اُٹھا کر چبا جانے یا سونگھنے کی کوشش کرتے اور ایسی کوششوں میں پھول ہی کو تباہ کر دیتے۔ لیکن اس ساری محنت کا نتیجہ یہ ہوتا کہ تم کو اپنی ایک قوت یعنی قوت بصر پر اعتبار کرنیکے وجوہات کسی قدر حاصل ہو جاتے۔ اور پھر اسکے بعد جب اُسی قسم کا پھول دوسری دفعہ تمہارے ہاتھ میں دیا جاتا تو تم نہ تو پہلی کی سی حیرت ظاہر کرتے نہ تمہیں وہ پہلے جیسا اچنبا معلوم ہوتا۔ اسکی وجہ یہ ہوتی کہ اس سے پہلے تم نے اسکے متعلق اپنی آنکھ پر اعتبار کرنیکا ایک سبق سیکھ لیا تھا اور علیٰ قدر استعداد پھول کے خواص کو معلوم کر لیا تھا۔

غرض اس طرح متواتر مشاہدوں سے ہم اپنی ہر ایک جسمانی حس اور قوت کے فعل کے متعلق جدا جدا اطمینان حاصل کرتے رہتے ہیں اور سابقہ امتحان سے جتنا اعتبار حاصل ہو چکتا ہے اُسکے بعد کے موقعوں پر اُس حاصل شدہ امتحان کی ضرورت ہمیں باقی نہیں رہتی۔ البتہ جب کوئی اکیلی حس یا قوت کام کر رہی ہو تو اسوقت لغزش اور خطا کا احتمال اُس سے جدا نہیں ہوتا۔ لیکن جب بار بار کے تجربے سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ جو کچھ وہ خاص قوت یا حس بتا رہی ہے وہ حقیقت ہے

دھوکہ نہیں ہے تو پھر اس پر بے اعتباری کرنا نری حماقت ہی نہ ہوگی بلکہ بہت خطرناک بات ہوگی۔ مثلاً ایسے تجربوں کے بعد ایک شخص کو کہیں آگ مشتعل نظر آئے۔ تو وہ اُس میں اسلیئے کبھی ہاتھ نہیں ڈالیگا کہ اس بات کا ثبوت حاصل کرے کہ جو کچھ اُسکی نظر کی قوت نے اُسے بتایا ہے وہ صحیح ہے یا غلط۔ یا یہ کہ وہ نرا دھوکہ ہی ہے حقیقت میں آگ نہیں۔ وہ تو اُسوقت وہی کام کریگا جو حقیقی آگ کی موجودگی میں اُسوقت کے حالات کرنیکے متقاضی ہونگے ؃

پس جسطرح یہ عام لوگ اپنی قوتِ باصرہ پر بھروسہ کرنے کا سبق حاصل کرتے ہیں اسی طرح خدا کے نبی خدا کے کلام کا شرف پانیکے لیئے اپنی اس روحانی طاقت یا حس پر بھروسہ کرتے ہیں ایسے حالات میں کیا یہ عقلمندی ہوگی کہ ہم اسکو دھوکہ سے تعبیر کریں؟ ایسا ہرگز نہیں۔ یہ تو ایسی مستحکم حقیقت ہے کہ اگر انکے وحی اور الہامات کو دھوکہ سمجھا جائے تو پھر ساری دنیا ہی دھوکہ سمجھنی پڑیگی پس یا تو دنیا کو دھوکہ ہی دھوکہ سمجھ لو یا الہام کو سچ مان لو۔ اور حق تو یہ ہے کہ اسکے سچا ماننے بغیر کوئی چارہ نہیں ؃

نبی خود بھی دوسرے لوگوں کی طرح اپنے ابتدائی زمانہ نبوت میں اپنی روحانی حس یا طاقت کے فعل اور وحی و الہام کے منجانب اللہ ہونے سے کسی قدر تذبذب اور شک میں ہوتا ہے اور اسی لیئے اپنے روحانیت کے مشاہدوں کو اپنی جسمانی اور دلی طاقتوں اور حسوں کی اعانت سے تجربہ کرتا اور اُنکی سچائی کا اطمینان حاصل کرتا ہے۔ لیکن جب اس طریق سے طرح طرح کی آزمائشوں سے وہ اطمینان حاصل کرلیتا ہے کہ اُسکی روحانی حس کا فعل صحیح ہے تو پھر اسکے بعد اگر وہ متامل اور مذبذب ہو تو اُس کا تامل اور تذبذب میں رہنا اُس کامل بالغ آدمی کی طرح غلط ہوگا جو بیشمار تجربوں کے بعد اپنی بصارت اور سمع وغیرہ طاقتوں سے بے اعتباری روا رکھے ؃

اُن حالات مقدسہ کے سمجھنے کے لیئے جنکے ماتحت آسمانی معلموں کا یہ عظیم الشان گروہ اللہ تعالیٰ سے وہ انعام پاتا ہے جس کا نام وحی اور الہام ہے ہمیں ان لوگوں کی زندگی کے تذکرے اور سوانح کو بہت باریک بینی اور توجہ اور احتیاط سے مطالعہ کرنیکی ضرورت ہے۔ لیکن مقام افسوس ہے کہ انہیں کے اکثر بزرگوں کے حالات زمانہ کی گمنامی کی صف میں ملفوف ہوکر مستور ہیں۔ حضرات موسیٰ۔ عیسیٰ۔ بدھ۔ کرشن علیہم السلام جیسے بعض مشہور بزرگوں کے حالات اگرچہ لکھے ہوئے موجود

لکھے تو جاتے ہیں لیکن یہ بھی ایسے کہ نہ تو تاریخی لحاظ سے معتبر سمجھے جا سکتے ہیں اور نہ ہی ان میں انکے ایسے تفصیلی حالات ہی پائے جاتے ہیں جن سے اُنکے دلوں کے افعال اور حالات کی تہ پر نظر ڈالنے کی راہ مل سکے۔ حضرت یسوع مسیح کی زندگی کا وہ حصہ جو حضرت یوحنا بپتسمہ دینے والے (یحییٰ) کے ہاتھ سے بپتسمہ پانے سے پہلے ہے بالکل خاموشی کے طاقوں میں چھپا پڑا ہے۔ البتہ بپتسمہ پانیکے بعد سے اُنکے متعلق کچھ کچھ بیانات دیکھنے اور سُننے میں آتے ہیں۔ بپتسمہ کے بعد سب سے پہلے یہ بات ہمکو سنائی گئی ہے کہ آسمان کے دروازے کھولدیئے گئے اور ایک آواز آئی کہ "یہ میرا پیارا فرزند ہے جس پر میں راضی ہوں"۔ یہ الفاظ اگرچہ بالکل ڈرامہ ہی سہی ہیں لیکن انکے مصنف کے ساتھ ہمیں اس بات میں اتفاق نہیں کہ یہ سب کچھ ایسے ناگہانی اور فوری طور سے واقعہ ہوگیا تھا۔ یہ الفاظ یسوع مسیح کے رخصت ہوجانیکے بہت زمانہ بعد کے لکھے ہوئے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اس طویل اور آہستہ عمل کا ثبوت دیتے ہیں جو یسوع مسیح اس روحانی معراج سے پہلے کئی سال روحانی نشوونما کے مراحل طے کرنے میں گذار چکا تھا۔ مورخ نے یسوع مسیح کی شان حقیقت سمجھنے میں غلطی کھائی ہے اس نے اُسکو پورے طور پر سمجھنے کے بغیر ہی صرف اس انتہائی مرحلہ کا ذکر کردیا ہے اور ابتدائی اور درمیانی مراحل جنہیں نشوونما کے تدریجی عمل واقعہ ہوکر تکمیل کو پہنچانے کا موجب ہوئے تھے ان سب کو چھوڑ دیا ہے۔ اسلیئے اسکے ساری بیان پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ سوائے ذات بابرکات حضرت سرور کائنات و فخرِ موجودات محمد عربی مصطفےٰ صلعم کے تمام انبیائے سابقین کے حالات جسقدر مل سکتے ہیں وہ اسی قسم کے ہی ہیں۔ آنحضور صلعم کی زندگی کے تمام حالات پوری تفصیل کے ساتھ اُنکے صادق۔ وفادار۔ حق شعار۔ راستباز دوستوں اور انکی مقدس و مطہر بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ (جو عمر میں انسے بڑی تھیں) نے پوری دیانت اور امانت سے بیان فرمائے اور وہ ہمارے سامنے محفوظ اور مدون موجود ہیں۔ آنحضورؐ کے متعلق جسقدر تواریخی شہادت موجود ہے وہ ایسی صحیح اور معتبر ہے کہ اُسمیں اشتباہ اور شک کے لیئے کچھ گنجائش نہیں۔ روحانیت کی نشوونما کی تکمیل کیلیئے جو حالات اُنکے پیش آئے اور جن جن مراحل سے انکو گذرنا پڑا وہ سب پوری صحت اور دیانت کے ساتھ قرآن کریم اور حدیث شریف میں مذکور ہیں۔ صرف آنحضرت صلعم ہی کا وجود مبارک وہ مجسم رحمت ہے کہ آپکے حالات اور

سوانح ایسے مکمل اور معتبر طور پر ہمارے سامنے ہیں جن پر ہم عمل کرنیکے قابل ہیں۔ اور انہیں کے نقش قدم پر انکے سچّے جانشین مقدس ومبارک پے مرسل برحق احمدؑ قادیانی کے حالات اور سوانح بھی پورے واثق اور قابل اعتبار اور مفصل طور پر ہمارے آگے کھلے ہوئے ہیں وہ ہم میں رہا اور اپنی تعلیم اور نمونے کے بے شمار فیوض سے ہمیں بہرہ ور فرماتا رہا۔ ہم اُسکے حالات اور سوانح کے دیکھنے اور تجربہ اور مشاہدہ سے پوری واقفیت رکھنے والے ہیں ۔

اب ہم اپنے معزز ناظرین کے سامنے اس تفصیل کو پیش کرنے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں کہ یہ تدریج کس طرح عمل پذیر ہوتی ہے۔ حضرت سید ولد آدم نبینا المکرم محمد مصطفےٰ صلعم کے حالات سے ہمیں واضح ہوتا ہے کہ الہام کی ابتدا رؤیا صالحہ سے ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی سے منقول ہے کہ آپنے فرمایا کہ ابتدا میں رسول کریم صلعم کو اچھے اچھے رؤیا آیا کرتے تھے اور وہ ایسی صفائی سے پورے ہوتے تھے کہ جس طرح شب تاریک کی گیسوئے سیاہ پر آفتاب کی سفیدی غالب آکر دن کو نمایاں کر دیتی ہے۔ اور حضرت احمدؑ قادیانی نے اپنے متعلق بھی یہی سلسلہ بیان فرمایا ہے۔ اُنکو بھی پہلے رؤیا صادقہ آتے اور وہ نہائت وضاحت اور صفائی سے پورے ہوتے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے مشرف ہونے لگے یہانتک کہ پھر کثرت سے اللہ تعالیٰ کی ہمکلامی کی عزت سے ممتاز ہوئے اور بڑے بڑے اہم واقعات اور عظیم الشان امور اور تغیرات اور آسمانی انقلابات اور حادثات اور بشارات منکشف ہونے شروع ہوگئے۔ اس کیفیت کا سمجھنا دشوار ہوتا ہے کیونکہ روحانی حس کو ابتدائی مراحل میں اپنے کام کرنیکی قابلیت کے لیئے ایسی فراغت اور یکسوئی کی ضرورت ہے کہ جب یہ اپنے کام میں مصروف ہو تو اسوقت دوسری طاقتوں اور حسوں کو گوشہ استراحت میں آرام گزین ہونا ضروری ہوتا ہے۔ یہ تو تجربہ شدہ بات ہے کہ ساری حسّیں ایک ہی وقت میں برابر کام نہیں کر سکتیں۔ جب وہ شخص جسکے اندر روحانی قویٰ بہت غالب ہیں پہلے پہل رؤیا دیکھتا ہے تو وہ اُسوقت اُسکی چنداں پرواہ نہیں کرتا۔ لیکن جب اس کے مشاہدے میں یہ امر آجاتا ہے کہ جو رؤیا اس نے دیکھے تھے۔ اونمیں کے اکثر پورے ہو گئے۔ اور ان کے نتائج کھلے طور پر اس کے سامنے ہویدا ہو گئے۔ تو پھر اس کو ان کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ اور جیسے جیسے نتائج کھل کھل کر

اُسکے سامنے روشن تر ہوجاتے ہیں اُسکی توجہ اور پھر اعتبار بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اور پھر وہ اس بات کے معائنہ میں مصروف رہتا ہے کہ اُسکے رؤیا پورے ہوتے ہیں یا نہیں۔ یا کتنے پورے ہوتے ہیں اور کتنے ایسے ہیں جن کا کوئی نتیجہ اُسکو معلوم نہیں ہوسکا۔ پھر جب اُسپر یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ اُسکے تمام رؤیا ایسے خارق عادت اور پُرحیرت طریق میں پورے ہوتے ہیں جو انسانی طاقت سے بالاتر ہے اور اُسمیں کسی قسم کے دھوکہ لگنے یا مغالطہ میں پڑنے کی گنجائش نہیں تو وہ مطمئن ہوجاتا ہے۔ اب تو اُسکی روحانی حِس ربط اور استعمال سے مشاق ہوتی جاتی ہے اور بہت قوت اور مضبوطی حاصل کرتی جاتی ہے خفیف سے خواب میں بھی اسکو رؤیا آنے لگ جاتے ہیں پھر یہاں سے بڑھکر نیم خوابی کی حالت میں اُسکو بہت کچھ دیا جاتا ہے۔ اور آخرکار وہ اتنی ترقی کرجاتا ہے کہ پوری بیداری کی حالت میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام اور کشف سے ممتاز کیا جاتا ہے۔ یہ تمام حالات اُسکے سامنے اسلیئے آتے ہیں کہ اُس نبی اللہ کا اپنا ایمان مضبوط ہو اور حیرانی۔ تعجب۔ توسوس۔ تذبذب اور بے اعتباری سے دُور ہوجائے رؤیا صالحہ کی کثرت اور اُنکو پورا ہوتے دیکھکر روحانی قوت کے فعل کے یقینی ہونے پر اُس کا اپنا یقین اور ایمان ایسا مضبوط ہوجاتا ہے کہ وہ لوگوں میں اس کا پوری دلیری اور وثوق سے اعلان کرتا ہے اور پھر کامل شجاعت اور ایمانی قوت کے ساتھ اعلان کردیتا ہے کہ "آسمان و زمین کا ٹل جانا ممکن ہے لیکن میرے مُنہ کے کلمات کا ٹلنا ممکن نہیں" قرآن کریم فرماتا ہے "یہ ایسا یقینی ہے جیسے تمہارے اپنے مُنہ کی باتیں"۔ ایسا برگزیدہ انسان جب اتنے لمبے تجربہ سے مستفیض ہوجانے کے بعد کوئی آئندہ کا واقعہ رؤیا یا مکاشفہ سے دیکھ لیتا ہے یا کسی اور طرح سے اُسپر اللہ تعالیٰ سے اطلاع پالیتا ہے تو پھر بلا تامل وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ واقعہ اُسی طرح وقوع میں آئیگا جس طرح اُسکو دکھایا جاچکا ہے۔ پیشگوئی اور قیاسی اٹکلوں میں اسی قدر فرق ہوتا ہے جسقدر یقین اور گمان میں فرق ہے۔ اس بات کے تسلیم کرنے میں ہمیں ذرہ بھی تامل نہیں کہ بعض وقت آئندہ کے واقعات کسی تمثیلی یا تشبیہی زبان اور کلام اور طریق میں بھی بتائے یا دکھلائے جاتے ہیں۔ لیکن صاحب الہام وکشف پر دوبارہ انکشاف یا الہام سے اُس تمثیل یا تشبیہہ کی حقیقت آشکارا ہوجاتی ہے۔ اور وہ اُسکے مفہوم کو ادا کرنیکے قابل ہوجاتا

ہے اس حالت سے آگے بڑھکر الہام واضح تر ہوتا جاتا ہے۔ کبھی کوئی لکھی ہوئی عبارت اُسکے سامنے کیجاتی ہے۔ کبھی کوئی جملہ ایسی آواز سے کہا جاتا ہے جسکو وہ بہت اچھی طرح سن پاتا ہے۔ گویا پردہ کے پار سے کوئی پکار کر باتیں کر رہا ہے۔ کبھی ایک ایک لفظ دل میں لوہے کی میخ کی طرح گڑ جاتا ہے۔ بعض وقت ایک ایسی مقناطیسی طاقت جسم کے رگ و ریشہ سے گذرتی ہے جس سے تمام جسمانی طاقتیں اور حسیں تھوڑے عرصہ کے لیئے معطل ہو جاتی ہیں اور نبی کے مُنہ پر کلام جاری ہو جاتا ہے جسکو وہ جانتا ہے کہ وہ اُس کا اپنا کلام نہیں ؛

شروع شروع میں مکاشفات چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں لیکن جیسے جیسے زمانہ گذرتا جاتا ہے مکاشفات لمبے ہوتے جاتے ہیں اور کثرت اور تواتر بھی اُنمیں پیدا ہوتا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سید الکونین صلعم پر جو آیات قرآنی پہلے پہلے نازل ہوئیں وہ چھوٹی چھوٹی ہیں۔ لیکن جب اسی توغل اور مشق میں وقت گذر گیا اور اُنکی قوت روحانی الہام اور کشف سے مرتسم اور عادت پذیر ہو گئی تو آیات لمبی ہوتی گئیں اور کثرت اور تواتر ساتھ ساتھ بڑھتے گئے ؛

اب اس دقیق مضمون پر حضرت احمد کے کلام سے کچھ سطور یہاں مقتبس کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں :-

"خدا تعالیٰ سے کامل تعلق پیدا کرنے والے اُس شخص سے مشابہت رکھتے ہیں جو اول دور سے آگ کی روشنی دیکھے اور پھر اُس سے نزدیک ہو جائے یہاں تک کہ اُس آگ میں اپنے تئیں داخل کر دے اور تمام جسم جل جائے اور صرف آگ ہی باقی رہ جائے اسی طرح کامل تعلق والا دن بدن خدا تعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ محبت الٰہی کی آگ میں تمام وجود اس کا پڑ جاتا ہے اور شعلہ نور سے قالب نفسانی جلکر خاک ہو جاتا ہے اور اُسکی جگہ آگ لے لیتی ہے یہ انتہا اُس مبارک محبت کا ہے جو خدا سے ہوتی ہے یہ امر کہ خدا تعالیٰ سے کسی کا کامل تعلق اسکی بڑی علامت یہ ہے کہ صفاتِ الٰہیہ اسمیں پیدا ہو جاتی ہیں اور بشریت کے رزائل شعلۂ نور سے جلکر ایک نئی ہستی پیدا ہوتی ہے اور ایک نئی زندگی نمودار ہوتی ہے جو پہلی زندگی سے بالکل مغائر ہوتی ہے

اور جیسا کہ لوہا جب آگ میں ڈالا جائے اور آگ اسکے تمام رگ و ریشہ میں پورا غلبہ کر لے تو وہ لوہا بالکل آگ کی شکل پیدا کر لیتا ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ آگ ہے گو خواص آگ کے ظاہر کرتا ہے اسی طرح جسکو شعلۂ محبتِ الٰہی سر سے پیر تک اپنے اندر لیتا ہے وہ بھی مظہر تجلیات الٰہیہ ہو جاتا ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا ہے بلکہ ایک بندہ ہے جس کو اس آگ نے اپنے اندر لے لیا ہے اور اس آگ کے غلبہ کے بعد ہزاروں علامتیں کامل محبت کی پیدا ہو جاتی ہیں کوئی ایک علامت نہیں ہے تا وہ ایک زیرک اور طالب حق پر مشتبہ ہو سکے بلکہ وہ تعلق صدہا علامتوں کے ساتھ شناخت کیا جاتا ہے۔ منجملہ اُن علامات کے یہ بھی ہے کہ خدائے کریم اپنا فصیح اور لذیذ کلام وقتاً فوقتاً اُسکی زبان پر جاری کرتا رہتا ہے جو الٰہی شوکت اور برکت اور غیب گوئی کی کامل طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور ایک نور اُسکے ساتھ ہوتا ہے جو بتلاتا ہے کہ یہ یقینی امر ہے ظنی نہیں ہے اور ایک ربانی چمک اسکے اندر ہوتی ہے اور کدورتوں سے پاک ہوتا ہے اور بسا اوقات اور اکثر اور اغلب طور پر وہ کلام کسی زبردست پیشگوئی پر مشتمل ہوتا ہے اور اسکی پیشگوئیوں کا حلقہ نہایت وسیع اور عالمگیر ہوتا ہے اور وہ پیشگوئیاں کیا باعتبار کمیت اور کیا باعتبار کیفیت بے نظیر ہوتی ہیں کوئی انکی نظیر پیش نہیں کر سکتا اور ہیبت الٰہی انمیں بھری ہوئی ہوتی ہے اور قدرت تامہ کی وجہ سے خدا کا چہرہ انمیں نظر آتا ہے اور اسکی پیشگوئیاں نجومیوں کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ ان میں محبوبیت اور قبولیت کے آثار ہوتے ہیں اور ربانی تائید اور نصرت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اور بعض پیشگوئیاں اسکے اپنے نفس کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض اپنی اولاد کے متعلق اور بعض اسکے دوستوں کے متعلق اور بعض اسکے دشمنوں کے متعلق اور بعض عام طور پر تمام دنیا کے لیے۔ اور بعض بیویوں کے لیئے اور خویشوں کے متعلق ہوتی ہیں۔ اور وہ امور اسپر ظاہر ہوتے ہیں جو دوسروں پر ظاہر نہیں ہوتے۔ اور وہ غائب کے دروازے اس پیشگوئیوں پر کھولے جاتے ہیں جو دوسروں پر نہیں کھولے جاتے۔ خدا کا کلام اس پر اسی طرح نازل ہوتا ہے۔ جیسا کہ خدا کے پاک نبیوں

اور رسولوں پر نازل ہوتا ہے اور وہ ظن سے پاک اور یقینی ہوتا ہے یہ شرف تو اسکی زبان کو دیا جاتا ہے کہ کیا باعتبار کمیت اور کیا باعتبار کیفیت ایسا بے مثل کلام اُسکی زبان پر جاری کیا جاتا ہے کہ دنیا اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور اُسکی آنکھ کو کشفی قوت عطا کیجاتی ہے جس سے وہ مخفی در مخفی خبروں کو دیکھ لیتا ہے اور بسا اوقات لکھی ہوئی تحریریں اُسکی نظر کے سامنے پیش کیجاتی ہیں اور مردوں سے زندوں کی طرح ملاقات کر لیتا ہے اور بسا اوقات ہزاروں کوس چیزیں اسکی نظر کے سامنے ایسی آجاتی ہیں گویا وہ پیروں کے نیچے پڑی ہیں *

ایسا ہی اس کے کان کو بھی مغیبات کے سُننے کی قوت دیجاتی ہے اور اکثر اوقات وہ فرشتوں کی آواز کو سُن لیتا ہے اور بیقراریوں کے وقت انکی آواز سے تسلی پاتا ہے اور عجیب تر یہ کہ بعض اوقات جمادات اور نباتات اور حیوانات کی آواز بھی اُسکو پُہنچ جاتی ہے۔ ~~ فلسفی کو منکرِ حنانہ است * از حواسِ انبیا بیگانہ است

اسی طرح اسکی ناک کو بھی غیبی خوشبو سونگھنے کی قوت دیجاتی ہے اور بسا اوقات وہ بشارت کے امور کو سونگھ لیتا ہے اور مکروہات کی بدبو اسکو آجاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اسکے دلکو قوت فراست عطا کیجاتی ہے اور بہت سی باتیں اسکے دل میں پڑ جاتی ہیں اور وہ صحیح ہوتی ہیں علیٰ ہذا القیاس شیطان اُسپر تصرف کرنے سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں شیطان کا کوئی حصہ نہیں رہتا اور بباعث نہایت درجہ فنا فی اللہ ہونے کے اسکی زبان ہر وقت خدا کی زبان ہوتی ہے اور اسکا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور اگرچہ اسکو خاص طور پر الہام بھی نہ ہو تب بھی جو کچھ اسکی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ اسکی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے کیونکہ نفسانی ہستی اسکی بکلی جل جاتی ہے اور سفلی ہستی پر ایک موت طاری ہو کر ایک نئی اور پاک زندگی اسکو ملتی ہے جسپر ہر وقت انوار الٰہیہ منعکس ہوتے رہتے ہیں *

اسی طرح اسکی پیشانی کو ایک نور عطا کیا جاتا ہے جو بجز عشاق الٰہی کے اور کسی کو نہیں دیا جاتا اور بعض خاص وقتوں میں وہ نور ایسا چمکتا ہے کہ کافر بھی

اس کو محسوس کر سکتا ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ وہ لوگ ستائے جاتے اور نصرت الٰہی حاصل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ پس وہ اقبال علی اللہ کا وقت ان کے لئے ایک خاص وقت ہوتا ہے۔ اور خدا کا نور ان کی پیشانی میں اپنا جلوہ ظاہر کرتا ہے ٭

ایسا ہی ان کے ہاتھوں میں اور پیروں میں اور تمام بدن میں ایک برکت دیجاتی ہے جسکی وجہ سے انکا پہنا ہوا کپڑا بھی متبرک ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات کسی شخص کو چھونا یا اُسکو ہاتھ لگانا اُسکے امراض روحانی یا جسمانی کے ازالہ کا موجب ٹھہرتا ہے ٭

Digitized by Khilafat Library

اسی طرح انکے رہنے کے مکانات میں بھی خدائے عزّ و جل ایک برکت رکھدیتا ہے وہ مکان بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے خدا کے فرشتے اُسکی حفاظت کرتے ہیں ٭

اسی طرح انکے گاؤں میں بھی ایک برکت اور خصوصیت دیجاتی ہے اسی طرح اس خاک کو بھی کچھ برکت دیجاتی ہے جسپر انکا قدم پڑتا ہے ٭

اسی طرح اس درجہ کے لوگوں کی تمام خواہشیں بھی اکثر اوقات پیشگوئی کا رنگ پیدا کر لیتی ہیں یعنی جب کسی چیز کے کھانے یا پینے یا پہننے یا دیکھنے کی بشدت انکے اندر خواہش پیدا ہوتی ہے تو وہ خواہش ہی پیشگوئی کی صورت پکڑ لیتی ہے اور جب قبل از وقت اضطرار کے ساتھ انکے دل میں ایک خواہش پیدا ہوتی ہے تو وہ چیز میسر آجاتی ہے ٭

اسی طرح انکی رضامندی اور ناراضگی بھی پیشگوئی کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے پس جس شخص پر وہ شدت سے راضی اور خوش ہوتے ہیں اسکے آئندہ اقبال کے لئے یہ بشارت ہوتی ہے اور جسپر وہ بشدّت ناراض ہوتے ہیں اسکے آئندہ ادبار اور تباہی پر دلیل ہوتی ہے کیونکہ بباعث فنا فی اللہ ہونے کے وہ سرائے حق میں ہوتے ہیں اور انکی رضا اور غضب خدا کا رضا اور غضب ہوتا ہے اور نفس کی تحریک سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے یہ حالات ان میں پیدا ہوتے ہیں ٭

اسی طرح انکی دعا اور انکی توجہ بھی معمولی دعاؤں اور توجہات کی طرح نہیں ہوتی بلکہ اپنے اندر ایک شدید اثر رکھتی ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ اگر قضائے مبرم اور اٹل نہ ہو اور انکی توجہ اپنی تمام شرائط کے ساتھ اس بلا کے دُور کرنیکے لیئے مصروف ہو جائے تو خدا تعالیٰ اس بلا کو دُور کر دیتا ہے گو ایک فرد واحد یا چند کس پر وہ بلا نازل ہو یا ایک ملک پر وہ بلا نازل ہو یا ایک بادشاہ وقت پر وہ بلا نازل ہو۔ اسمیں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے وجود سے فانی ہوتے ہیں اسلیئے اکثر اوقات انکے ارادہ کا خدا تعالیٰ کے ارادہ سے توارد ہو جاتا ہے پس جب شدت سے انکی توجہ کسی بلا کے دُور کرنیکے لیئے مبذول ہو جاتی ہے اور جیسا کہ درد دل کے ساتھ اقبال علی اللہ چاہیئے میسر آجاتا ہے تو سُنّت الٰہیہ اسی طرح پر واقع ہے کہ خدا اُن کی سُنتا ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ خدا اُن کی دعا کو رد نہیں کرتا۔ اور کبھی انکی عبودیت ثابت کرنیکے لیئے دعا سُنی نہیں جاتی تا جاہلوں کی نظر میں خدا کے شریک نہ ٹھیر جائیں اور اگر ایسا اتفاق ہو کہ بلا وارد ہو جائے جس سے موت کے آثار ظاہر ہو جائیں تو اکثر عادت اللہ یہی ہے کہ اس بلا میں تاخیر نہیں ہوتی اور ایسے وقت میں خدا کے مقبولوں کا ادب یہی ہے کہ دعا کو ترک کر دیں اور صبر سے کام لیں۔ بہتر وقت دعا کا یہی ہے کہ ایسے وقت میں دعا ہو جب اسباب یاس اور نومیدی بکلی ظاہر نہ ہوں اور ایسی علامات نمودار نہ ہوں جن سے صاف طور پر نظر آتا ہو کہ اب بلا دروازہ پر ہے اور ایک طور پر اُس کا نزول ہو چکا ہے کیونکہ اکثر سُنّت یہی ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے ایک عذاب کے نازل کرنے میں اپنے ارادہ کو ظاہر کر دیا تو اپنے ارادہ کو واپس نہیں لیتا"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴ تا ۱۸)

غرض یہ ہیں وہ تمام مضامین جن سے کلام الٰہی متصف اور مخصوص ہوتا ہے اور جس الہام میں مندرجہ بالا خصوصیات موجود نہ ہوں وہ یا تو مطلق طور پر الہام الٰہی ہی نہیں اور اگر وہ الہام الٰہی ہو بھی تو وہ ناقص اور ناکمل ہے ؎

یہ بات بھی سمجھ رکھنے کے قابل ہے کہ جو وحی و الہام خدا تعالیٰ کے برگزیدہ لوگوں یعنی

پیغمبروں اور رسولوں کو عطا کیا جاتا ہے۔ وہ کامل مکمل اور مصفا ہوتا ہے لیکن ایسے لوگوں کو بھی الہام ہوتے ہیں جنکی روحانیت تکمیل کے مرتبے سے بہت نیچے ہوتی ہے فرق یہ ہوتا ہے کہ جو الہام انکو دیا جاتا ہے وہ ناقص اور نامکمل ہوتا ہے کیونکہ انکی استعداد ہی ایسی ادھوری ہوتی ہی۔ اس حقیقت سے کوئی بشر انکار نہیں کرسکتا کہ ہر انسان کے اندر روحانیت کے جوہر کی بنیاد رکھی ہوئی ہے۔ اور ابتدائی حالت اور مبادی صورت میں بجائے مکالمہ و مکاشفہ کے رؤیا کے طور پر گاہے گاہے عام لوگوں کو بھی اس سے کچھ حصّہ دیا جاتا ہے۔ اور یہ عام انواع انسانی میں مشترک ودیعت ہے۔ ایسے ابتدائی اور طبعی سلسلہ رویا کیلئے کسی مذہب اور چال چلن کی بلندی اور خوبی یا روحانی ترقی کی قید نہیں۔ کوئی کیسا ہی بُرا چلن رکھنے والا کیوں نہ ہو اور کسی بھی مذہب کو ماننے والا کیوں نہ ہو اور روحانی قوت کو ہرگز کام ہی میں نہ لانے والا ہو وہ بھی بعض وقت ایسا رؤیا دیکھ لیتا ہے جو پورا ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ جو طرح طرح کی جہالت اور معصیت کی گندی زندگی بسر کرتے ہیں وہ بھی ایسے صالح رویا دیکھ لیتے ہیں جو پورے ہو جاتے ہیں۔ صرف کسی ایسے خواب کا دیکھ لینا جو بعد میں پورا ہو گیا ہو کسی مذہب کی صداقت یا کسی شخص کے چال چلن کی صفائی اور عمدگی کی شہادت اور دلیل نہیں ہو سکتی ؏

اس سے آگے بڑھکر اوپر کے درجہ میں وہ الہام ہوتا ہے جو ایسے لوگوں کو عطا کیا جاتا ہے جنکی زندگی کسی حد تک معصیت سی پاک ہو گئی ہو۔ لیکن جذبات اور نفس امّارہ پر انکو کامل غلبہ اور فتح حاصل نہ ہوئی ہو۔ ایسے انسان کو جو الہام دیا جاتا ہے وہ غیر مکمل اور ناقص ہوتا ہے۔ انکا خدا کے ساتھ اگرچہ ایک تعلق ضرور ہوتا ہے لیکن وہ تعلق بھی ناقص اور غیر مکمل ہوتا ہے۔ حضرت امام و مرسل برحق احمدؑ قادیانی نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰ و ۲۲ میں الہام یعنی وحی کی تین قسموں کو اس طرح ذکر فرمایا ہے:۔

"اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ آسمانی نشانوں سے حصہ لینے والے تین قسم کے آدمی ہوتے ہیں اول وہ جو کوئی ہنر اپنے اندر نہیں رکھتے اور کوئی تعلق خدا تعالیٰ سے اُن کا نہیں ہوتا صرف دماغی مناسبت کی وجہ سے انکو بعض سچی خوابیں آجاتی ہیں

اور سچے کشف ظاہر ہو جاتے ہیں جن میں کوئی مقبولیت اور محبوبیت کے آثار ظاہر نہیں ہوتے اور ان سے کوئی فائدہ انکی ذات کو نہیں ہوتا اور ہزاروں شریر اور بد چلن اور فاسق و فاجر ایسی بدبودار خوابوں اور الہاموں میں انکے شریک ہوتے ہیں اور اکثر دیکھا جاتا ہے کہ باوجود ان خوابوں اور کشفوں کے انکا چال چلن قابلِ تعریف نہیں ہوتا کم سے کم یہ کہ انکی ایمانی حالت نہایت کمزور ہوتی ہے اِسقدر کہ ایک سچی گواہی بھی نہیں دے سکتے اور جسقدر دنیا سے ڈرتے ہیں خدا سے نہیں ڈرتے اور شریر آدمیوں سے قطع تعلق نہیں کر سکتے اور کوئی ایسی سچی گواہی نہیں دے سکتے جس سے بڑے آدمی کے ناراض ہو جانیکا اندیشہ ہو اور دینی امور میں نہایت درجہ کسل اور سُستی انمیں پائی جاتی ہے اور دنیا کے ہموم و غموم میں دن رات غرق رہتے ہیں اور دانستہ جھوٹ کی حمایت کرتے اور سچ کو چھوڑتے ہیں اور ہر ایک قسم میں خیانت پائی جاتی ہے اور بعض میں اس سے بڑھکر یہ عادت بھی پائی گئی ہے کہ وہ فسق و فجور سے بھی پرہیز نہیں کرتے اور دنیا کمانے کے لیئے ہر ایک ناجائز کام کر لیتے ہیں اور بعض کی اخلاقی حالت بھی نہایت خراب ہوتی ہے اور حسد اور بخل اور عُجب اور تکبر اور غرور کے پُتلے ہوتے ہیں اور ہر ایک کمینگی کے کام ان سے صادر ہوتے ہیں اور طرح طرح کی قابلِ شرم خباثتیں انمیں پائی جاتی ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ بعض انمیں ایسے ہیں کہ ہمیشہ بدخوابیں ہی انکو آتی ہیں اور وہ سچی بھی ہو جاتی ہیں گویا ان کے دماغ کی بناوٹ صرف بد اور منحوس خوابوں کے لیئے مخلوق ہے نہ اپنے لیئے کوئی بہتری کے خواب دیکھ سکتے ہیں جس سے انکی دنیا درست ہو اور انکی مرادیں حاصل ہوں اور نہ اوروں کے لیئے کوئی بشارت کی خواب دیکھتے ہیں ان لوگوں کی خوابوں کی حالت اقسام ثلثہ میں سے اس جسمانی نظارہ سے مشابہ ہے جب ایک شخص دُور سے صرف ایک دھواں آگ کا دیکھتا ہے مگر آگ کی روشنی نہیں دیکھتا اور نہ آگ کی گرمی محسوس کرتا ہے کیونکہ یہ لوگ خدا سے بالکل بے تعلق ہیں اور روحانی امور سے صرف ایک دھواں انکی قسمت میں ہے جس سے کوئی

روشنی حاصل نہیں ہوتی ۔

پھر دوسری قسم کے خواب بین یا ملہم وہ لوگ ہیں جنکو خدا تعالیٰ سے کسی قدر تعلق ہے مگر کامل تعلق نہیں اُن لوگوں کی خوابوں یا الہاموں کی حالت اُس جسمانی نظارہ سے مشابہ ہے جبکہ ایک شخص اندھیری رات اور شدید البرد رات میں دُور سے ایک آگ کی روشنی دیکھتا ہے اس دیکھنے سے اتنا فائدہ تو اُسے حاصل ہوجاتا ہے کہ وہ ایسی راہ پر چلنے سے پرہیز کرتا ہے جسمیں بہت سی گڑھے اور کانٹے اور پتھر اور سانپ اور درندے ہیں مگر اسقدر روشنی اسکو سردی اور ہلاکت سے بچا نہیں سکتی پس اگر وہ آگ کے گرم حلقہ تک پہنچ نہ سکے تو وہ بھی ایسا ہی ہلاک ہوجاتا ہے جیساکہ اندھیرے میں چلنے والا ہلاک ہوجاتا ہے ۔

پھر تیسری قسم کے ملہم اور خواب بین وہ لوگ ہیں جنکے خوابوں اور الہاموں کی حالت اُس جسمانی نظارہ سے مشابہ ہے جبکہ ایک شخص اندھیری اور شدید البرد رات میں نہ صرف آگ کی کامل روشنی ہی پاتا ہے اور اسمیں چلتاہے بلکہ اسکے گرم حلقہ میں داخل ہوکر بکلی سردی کے ضرر سے محفوظ ہوجاتا ہے اس مرتبہ تک وہ لوگ پہنچتے ہیں جو شہوات نفسانیہ کا چولہ محبت الٰہی میں جلادیتے ہیں اور خدا کے لیئے تلخی کی زندگی اختیار کرلیتے ہیں وہ دیکھتے ہیں جو آگے موت ہے اور دوڑ کر اس موت کو اپنے لیئے پسند کرلیتے ہیں وہ ہر ایک درد کو خدا کی خاطر قبول کرتے ہیں اور خدا کے لیئے اپنے نفس کے دشمن ہوکر اور اسکے برخلاف قدم رکھکر ایسی طاقت ایمانی دکھلاتے ہیں کہ فرشتے بھی انکے اس ایمان سے حیرت اور تعجب میں پڑجاتے ہیں وہ روحانی پہلوان ہوتے ہیں اور شیطان کے تمام حملے انکی روحانی قوت کے آگے ہیچ ٹھہرتے ہیں وہ سچے وفادار اور صادق مرد ہوتے ہیں کہ نہ دنیا کے لذات کے نظارے انہیں گمراہ کرسکتے ہیں اور نہ اولاد کی محبت اور بیوی کا تعلق انکو اپنے محبوب حقیقی سے برگشتہ کرسکتا ہے غرض کوئی تلخی اُن کو

ڈرا نہیں سکتی اور نفسانی لذت اُنکو خدا سے روک نہیں سکتی اور کوئی تعلق خدا کے تعلق میں رخنہ انداز نہیں ہوسکتا" ٭

وحی الٰہی

ممکن ہے کہ کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگرچہ وہ اخبار جو کسی کو رؤیا یا مذکورہ بالا طریقوں میں سے کسی طریق سے ملے وہ حرفاً حرفاً پوری صادق ہوجائیں۔ لیکن پھر بھی اس بات کے باور کرنیکی کوئی وجہ نہیں کہ وہ ضرور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تھیں۔ یا اُنکو وہ ملائک لائے تھے جو خدا اور انسان کے درمیان پیغامبری کا کام کرتے ہیں۔ یہ اعتراض اپنا جواب آپ ہی ہے۔ کیونکہ اگر وحی سچی ہو اور اُسی میں یہ بیان بھی ہو کہ وہ منجانب اللہ ہے تو پھر یہ بھی سچی بات ہے کہ وہ ضرور منجانب اللہ ہے۔ جب ہم اُسکے اُس حصے کو منجانب اللہ سمجھتے ہیں جو کسی واقعہ آیندہ کی پیشگوئی پر مشتمل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اُسکے اس حصے کو غیر معتبر اور غیر صحیح سمجھیں جو اُسکے منجانب اللہ ہونے کا مظہر ہے۔ فرض کرو کہ ہمارے سامنے دو آدمی ہیں جنکو ہم دیکھ رہے ہیں۔ اُنمیں ایک مرد اور دوسری عورت ہے۔ اب اگر ہماری آنکھ ایک کے معاملہ میں غلطی نہیں کرتی تو ماننا پڑیگا کہ دوسرے کے بارے میں بھی اُسکی شہادت صحیح ہے۔ ہمارا یہ خیال کرنا بالکل غیر ممکن ہوگا کہ جب ہماری آنکھ ایک ہی وقت میں ایک مرد کو دیکھکر فیصلہ کرتی ہے کہ وہ مرد ہے اور ہم اُسکی اس شہادت کو سچا اور قابل اعتبار تسلیم کریں اور وہی آنکھ اُسی وقت ایک دوسرے انسان کو دیکھکر شہادت دے کہ وہ عورت ہے اور اُسکی یہ شہادت ہم ناقابل اعتبار اور غیر صحیح سمجھیں ٭

اسی طرح جب ایک نبی اللہ کوئی پیشگوئی بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے۔ تو ہم کو یا تو اُسکی دونوں باتوں کو صحیح سمجھنا چاہیئے یا ہم پابند ہونگے کہ دونوں کی دونوں باتوں کے متعلق شک ظاہر کریں۔ کسی پیشگوئی کے ہم منجانب اللہ اور کلام الٰہی اسلیئے نہیں قرار دیتے کہ ملہم کا اُسکے متعلق ایسا خیال ہے بلکہ ہم اس لیئے اُسکو خدا کی طرف سے مانتے ہیں کہ خود اُسکے اپنے اندر ایسا دعویٰ موجود ہوتا ہے چنانچہ الہامی کتابوں میں کثرت اور عمومیت سے ایسے جملے پیشگوئیوں کے بیان سے ماقبل لکھے

ہوئے پائے جاتے ہیں ۔ اور قرآن کریم میں یہ خصوصیت تو التزام کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ بار بار ایسے جملے وارد ہوئے کہ خدائے رحمٰن و رحیم نے قرآن تعلیم کیا ہے۔ پھر ہر ایک سورۃ کے شروع میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ آتی ہے۔ اور بعض پر حروف مقطعات بھی ہیں۔ لیکن ایسا بھی ہے کہ ایک وحی جسمیں ایسی پیشگوئی ہوتی ہے جو بہت جلد پوری ہونیوالی ہے اُسکے اندر ایک نہایت عمیق صداقت مستور ہوتی ہے جو اُس پیشگوئی کی نسبت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اور اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ باریک اور عمیق صداقت ظاہر اور مستحکم ہوجائے نہ یہ کہ پیشگوئی ہی کے ظہور تک اُسکے مقصد کا منتہا ہو۔ اور ایسا ہوتا ہے کہ پیشگوئی اور وہ عمیق صداقت ایک ہی ساتھ میں وحی کیئے جاتے ہیں تاکہ پیشگوئی کے پورا ہونے سے وہ صداقت ثابت ہوجائے۔ مثلاً قرآن کریم سورہ روم (۳۰ سورۃ ۲-۱) میں لکھا ہے غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون ۔ فی بضع سنین للہ الامر من قبل ومن بعد یعنی رومیوں نے قریب کی سرزمین میں شکست کھائی لیکن شکست کھاجانیکے بعد وہ تھوڑے ہی سالوں میں اپنے دشمنوں کو مغلوب کرینگے۔ اول و آخر خدا کے ساتھ معاملہ ہے ٭

یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اور اسکے ایفاء سے یہ بات ثابت ہوگئی۔ ابتدا اور اخیر میں معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہے۔ ان آیات کا اصل منشاء صرف اتنا ہی نہ تھا کہ رومیوں اور ایرانیوں کی حکومتوں کے فتح و شکست کی خبریں دیں۔ ان سے بڑی غرض یہ بھی کہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اُسکے اقتدار اور علم غیب پر ایمان مضبوط ہو اور یقین واثق پیدا ہو کہ وہ آیندہ واقعات کے متعلق اپنے بندوں کو خبر دیتا ہے ٭

ان متذکرہ بالا دلائل کے علاوہ اور بھی بہت دلائل ایسے ہیں جن سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچایا جاسکتا ہے کہ وہ کلام جو نبیوں کے مُنہ میں ڈالا جاتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اُن میں سے ایک تو یہ دلیل ہے کہ خدا کے کلام کے ساتھ نور اور معرفت اور اعلیٰ درجہ کا علم اور فوق الطاقت پاک نفسی اور معصیت سے کامل آزادی اور خارق عادت طاقت عطا ہوتی ہے ٭

انسان میں سچی اور کامل تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور محبت الٰہی اور ایمان میں قوت کے آثار اُسکے بشرے پر نمودار ہوتے ہیں۔ اُسکے مُنہ کی باتوں اور اُس کے کاموں کو انسانی طاقت سے بالاتر برکت پہنچتی ہے اور جو لوگ اپنا تعلق محبت اُسکے ساتھ قائم کرتے ہیں اُنکو بھی ان برکات اور فیوض سے علیٰ قدر مراتب حصہ دیا جاتا ہے ایک مراقی اور مبتلائے مالیخولیا بھی ایسی آوازیں سنتا ہے جنکا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہوتا۔ ایک مکار کچھ عرصہ کے لیئے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیئے کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں ہانک سکتا ہے۔ لیکن سچے ملہم کے سوا کسی کے شامل حال ان مذکورہ بالا برکتوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں ہوتی جو اس طایفہ مقدس کے وجود کی طفیل انسانوں پر نازل ہوتی ہیں۔ اور نہ ہی انکے سوا کسی میں وہ طاقت اور جبروت اور ہیبت نظر آتی ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے نسبت رکھتی ہیں ٭

اس مضمون کو زیادہ واضح کرنیکے لیئے اس جگہ حضرت اقدس احمد صلعم کی کتاب نزول المسیح صفحہ ۱۰۲ سے کچھ اقتباس کرتا ہوں ٭

"(۱) اول جو کلام مجھ پر نازل ہوتا ہے اسکے ساتھ ایک شوکت اور لذّت اور تاثیر ہے وہ ایک فولادی میخ کی طرح میرے دل کے اندر دھنس جاتا ہے اور تاریکی کو دور کرتا ہے اور اُس کے ورود سے مجھے ایک نہایت لطیف لذّت آتی ہے کاش اگر میں قادر ہو سکتا تو میں اُسکو بیان کرتا مگر روحانی لذتیں ہوں خواہ جسمانی اُنکی کیفیات کا پورا نقشہ کھینچ کر دکھلانا انسانی طاقت سے بڑھکر ہے ایک شخص ایک محبوب کو دیکھتا ہے اور اُسکی ملاحت حُسن سے لذّت اُٹھاتا ہے مگر وہ بیان نہیں کر سکتا کہ وہ لذّت کیا چیز ہے اسی طرح وہ خدا جو تمام ہستیوں کا علت العلل ہے جیسا کہ اس کا دیدار اعلیٰ درجہ کی لذّت کا سرچشمہ ہے ایسا ہی اُس کی گفتار بھی لذات کا سرچشمہ ہے اگر ایک کلام انسان سُنے یعنی ایک آواز اُس کے دل پر پہنچے اور اُس کی زبان پر جاری ہو اور اُسکو شبہ باقی رہ جاوے کہ شاید یہ شیطانی آواز

ہے یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہوگی یا حدیث النفس ہوگی کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی طاقت اور چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے خود یقین دلا دیتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور ہرگز مردہ آوازوں سے مشابہت نہیں رکھتا بلکہ اُسکے اندر ایک جان ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک طاقت ہوتی ہے اور اُسکے اندر ایک کشش ہوتی ہے اور اسکے اندر یقین بخشنے کی ایک خاصیت ہوتی ہے اور اس کے اندر ایک لذّت ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک روشنی ہوتی ہے اور اُس کے اندر ایک خارق عادت تجلّی ہوتی ہے اور اسکے ساتھ ذرّہ ذرّہ وجود پر تصرف کرنیوالے ملائک ہوتے ہیں اور علاوہ اسکے اُسکے ساتھ خدائی صفات کے اور بہت سے خوارق ہوتے ہیں اسلیئے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہوسکے بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے اور اگر اس کو کوئی اور معجزہ نہ دیا جاوے تو وہ اس وحی کو جو ان صفات پر مشتمل ہے بجائے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے ایسی وحی جس شخص پر نازل ہوتی ہے اُس شخص کو خدا کی راہ میں اور خدا کی محبت میں ایسے عاشق زار کی طرح بنا دیتی ہے جو اپنے تئیں صدق و ثبات کے کمال کی وجہ سے دیوانہ کی طرح بنا دیتا ہے اس کا یقین اسکے دل کو شہنشاہ کر دیتا ہے وہ میدان کا بہادر اور استغناء کے تخت کا مالک بنجاتا ہے۔ یہی میرا حال ہے جس کو دنیا نہیں جانتی قبل اس کے جو میں معجزات دیکھوں اور آسمانی تائیدوں کا مشاہدہ کروں میں اُسکی کلام سے ہی اُسکی طرف ایسا کھینچا گیا کہ کچھ اٹکل نہیں آتی کہ مجھے کیا ہوگیا تیز تلواریں میرے اس پیوند کو چھڑا نہیں سکتیں۔ کوئی آگ مجھے ڈرا نہیں سکتی۔ وہ کشش جس نے میرے دل پر کام کیا وہ دلائل سے باہر ہے اور بیان سے بلند تر اور براہین سے بالاتر۔ ابتداء میں کلام تھا اُس کلام نے جو کچھ کیا سو کیا۔ وہ خدا جو نہاں در نہاں ہے اُس نے میری روح پر ابتدا میں محض کلام کے ساتھ تجلّی کی اور اپنے مکالمات کا دروازہ میرے پر کھولا پس وہی ایک بات تھی جو بالخصوص میرے لیے کافی کشش ہوئی اور حضرت

احدیت کی طرف مجھے کھینچ کر لی گئی اور یہ کہ کلام کی طاقت نے میرے دل پر کیا کیا اثر ڈالے اور مجھے کہاں تک پہنچا دیا اور کیا کیا تبدیلیاں کیں اور کیا میرے دل میں سے لے لیا اور کیا دیدیا۔ اِن باتوں کو میں کن لفظوں میں ادا کروں اور کس پیرایہ میں دلوں میں بٹھادوں جن خارق عادت عنایات کے ساتھ وہ مجھ سے نزدیک ہوا کوئی نہیں جانتا مگر میں۔ اور جس محبت کے مقام پر میرا قدم ہے کوئی نہیں جانتا مگر وہ۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ابتدا اس ترقی اور تعلق کا خدا کا کلام ہے جس کی ناگہانی کشش نے مجھے ایسا اُٹھا لیا جیسا کہ ایک زبردست بگولہ ایک تنکے کو ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ پھینک دیتا ہے۔ پس میرے پاس یہ ذکر کرنا کہ کیوں وہ کلام جو تم پر نازل ہوا حدیث النفس نہیں یہ بات ایسی ہی ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ کیوں ممکن نہیں کہ تمہارا یہ خیال کہ تم آنکھوں سے دیکھتے ہو اور زبان سے بولتے ہو اور کانوں سے سنتے ہو یہ غلط خیال ہو۔ پس عزیزو! تم سوچو اور سمجھ لو کہ کیا وہ شخص جس کو معلوم ہے کہ میں آنکھ بند کرنے سے پھر کچھ دیکھ نہیں سکتا اور کانوں کے بند کرنے سے پھر کچھ سن نہیں سکتا اور زبان کے کاٹے جانے سے پھر کچھ بول نہیں سکتا وہ ایسے منکر انہ جرح کو کچھ حقیقت نہیں سمجھے گا یا شک میں پڑے گا کہ شاید میں آنکھ سے نہیں دیکھتا اور کان سے نہیں سُنتا اور زبان سے نہیں بولتا۔ سو اسی طرح میرا حال ہے خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہوا اور ہوتا ہے وہ میری روحانی والدہ ہے جس سے میں پیدا ہوا اُس نے مجھے ایک وجود بخشا ہے جو پہلے نہ تھا اور ایک روح عطا کی ہے جو پہلے نہ تھی میں نے ایک بچے کی طرح اسکی گود میں پرورش پائی اور اس نے مجھے ہر ایک ٹھوکر سے سنبھالا اور ہر ایک گرنے کی جگہ سے بچا لیا وہ کلام ایک شمع کی طرح میرے آگے آگے چلا یہاں تک کہ میں منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ اِس سے زیادہ کوئی بدذاتی نہیں ہوگی کہ میں یہ کہوں کہ وہ خدا کا کلام نہیں میں اُسی طرح اُس کو خدا کا کلام جانتا ہوں جس طرح میں یقین رکھتا ہوں کہ میں زبان سے بولتا ہوں اور کانوں سے سنتا ہوں اور میں کیونکر اُس سے انکار کروں اُس نے

تو مجھے خدا دکھلایا اور چشمہ شیریں کی طرح معارف کا پانی مجھے پلاتا رہا اور ایک ٹھنڈی ہوا کی طرح ہر ایک حبس کے وقت میں مجھے راحت بخش ہوا۔ وہ اُن زبانوں میں بھی مجھ پر نازل ہوا جن زبانوں کو مَیں نہیں جانتا تھا جیسا کہ زبان انگریزی اور سنسکرت اور عبرانی اُس نے بڑی بڑی پیشگوئیوں اور عظیم الشان نشانوں سے ثابت کر دیا کہ وہ خدا کا کلام ہے اور اس نے حقائق و معارف کا ایک خزانہ میرے پر کھول دیا جس سے میں اور میری تمام قوم بے خبر تھی وہ کبھی کبھی زبان عربی یا انگریزی یا کسی دوسری زبان کے اُن دقیق اور نامعلوم الفاظ میں میرے پر نازل ہوا جن سے مَیں بے خبر تھا تو کیا باوجود ان روشن ثبوتوں کے کوئی شک کا مقام ہو سکتا ہے۔ کیا یہ باتیں پھینک دینے کے لائق ہیں کہ ایک کلام جس نے معجزہ کی طاقت دکھلائی اور اپنی قوی کشش ثابت کی اور غیب کے بیان کرتے میں وہ بخیل نہیں نکلا بلکہ ہزارہا امور غیبیہ اُس نے ظاہر کیئے اور ایک باطنی کمند سے مجھے اپنی طرف کھینچا اور ایک کمند دنیا کے سعید دلوں پر ڈالا اور میری طرف اُنکو لایا اور اُن کو آنکھیں دیں جن سے وہ دیکھنے لگے اور کان دیئے جن سے وہ سُننے لگے اور صدق و ثبات بخشا جس سے وہ اس راہ میں قربانی ہونے کے لیئے موجود ہو گئے تو یہ تمام کاروبار شیطانی یا وسوسہ نفسانی ہے۔ کیا شیطان خدا کے برابر ہو سکتا ہے تو پھر کیوں وہ تمھاری مدد نہیں کرتا۔ سنو وہ جس نے یہ کلام نازل کیا وہ کیا کہتا ہے اُس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں اپنی چمکار دکھلاؤنگا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھکو اُٹھاؤں گا دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔" (نزول المسیح صفحہ ۸۵ سے ۸۹)

وحی الٰہی وہ مبارک کشتی بان ہے جو اُس کشتی کو جو گناہوں کی وجہ سے غرق ہونے کے قریب ہوتی ہے اور فرط عصیان سے ہلاکت کی منجدھار میں گرفتار ہوتی ہے پوری حفاظت کے

ساتھ بچاکر امن اور عافیت کے گھاٹ پر جا لگاتا ہے۔ ہم پھر پھر اسی بات کا اعادہ اور تکرار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کاش ہمارے اندر اتنی قابلیت ہو کہ لوگوں کے دلوں پر اسکو منقش کرنے میں کامیاب ہو سکیں کہ کلام الٰہی سے مراد وہ کلام ہے جو ہر زمانہ میں تازہ نازل ہوتا ہے۔ وحی کی اصلیت ہی ایسی ہے کہ اولاً اُسی سے خود ملہم کے اندر اس امر کے لیئے قوتِ ایمان مضبوط ہوتی ہے اور پھر یہ اُن لوگوں کے ایمان اور یقین کو پختہ اور تازہ کرتی ہے جو اُسکے ساتھ دیتے اور اُسکی محبت کے فیض سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں کہ یہ یقیناً کلام الٰہی ہے۔ کلام کے منجانب اللہ ہونیکی شان اور حیثیت سے یہ کلام بھی اس کلام کے ہمرنگ ہوتا ہے جو زمانہ ہائے گذشتہ میں پہلے نبیوں کو عطا ہوتا رہا ہے۔ گو بعض دوسرے امور میں اسکو کوئی امتیاز حاصل ہو۔

(۱) اس میں ایسی الٰہی طاقت۔ اور برکت اور ہیبت ہوتی ہے کہ اسکی عظمت اور جبروت خود ہی اس بات کو منکشف کرتی ہے کہ وہ کلام حقیقت التیام منجانب اللہ ہے۔ یہ ایسی زبردست دلیل ہے کہ اگر اور کوئی دلیل بھی ہاتھ میں نہو تو یہی ایک فیصلہ کن دلیل کا کام دے سکتی ہے۔ پھر اسمیں وہ فوق العادت الٰہی طاقت بھری ہے کہ صاحب الہام اور مورد وحی میں ایسی استقامت اور شجاعت بھر دیتی ہے کہ اُسکو اگر آگ میں جھونک دیا جائے یا اُسپر بجلی ہی پڑنے لگے لیکن کوئی دکھ اور آفت کا خوف اُسکو اُسکے ایمان سے متزلزل نہیں کر سکتا اور وہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ اُسکے الہام خدا کی طرف سے نہیں بلکہ شیطانی ہیں۔ یا خود آوردہ دھوکہ خوری کا نتیجہ ہیں اور ان میں کسی اشتباہ کو دخل ہو سکتا ہے۔ بلکہ برعکس اسکے اُسکی روح اسکے متعلق زبردست ایمان سے بھری ہوتی ہے کہ یہ فی الحقیقت اور بلا ریب کلام خدا ہے ٭

(۲) اس میں خارق عادت اور وراء الانسانیت عظمت ہوتی ہے ٭

(۳) یہ بڑی طاقت اور بلند آواز سے آتی ہے ٭

(۴) اسکے اندر آسمانی خوشی اور بشاشت ہوتی ہے ٭

(۵) اکثر طور پر سوال وجواب کے طور پر ہوتی ہے۔ انسان سوال کرتا ہے اور

خدا سے جواب پاتا ہے۔ اور یہی حال کئی بار تکرار کیا جاتا ہے۔ جس اثنا میں اُسکو جواب ملتا ہے وہ ایک قسم کی نیند کے اثر میں ہوتا ہے۔ لیکن عام طور پر نیند کی حالت میں صرف کچھ باتوں کا مُنہ سے نکلنا اس بات کا ثبوت نہیں ہوتا کہ وہ خدا کی باتیں ہیں۔ جب تک دوسرے لوازم ساتھ نہ ہوں ❖

(۶) بعض وقت ایسی زبانوں میں کلام نازل ہوتا ہے جس سے ملہم خود ناواقف محض ہوتا ہے ❖

(۷) اسکے اندر آسمانی مقناطیس اور روحانی جذب ہوتا ہے جس کا پہلے تو خود ملہم پر یہ اثر ہوتا ہے کہ اُسکے تمام علایق ماسوا اللہ کو منقطع کر دیتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ مستعد قلوب پر اثر پھیلاتا اور دنیا کو خدا کے مامور کی طرف کھینچے ہوئے آتا ہے ❖

(۸) اس کے ذریعہ سے انسان غلطیوں سے بچ جاتا ہے اور غلط عقیدے اُس سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ اُس میں یہ ایک جج کا کام کرتا ہے اور خدا کے مقدس کلام قرآن کے معارض کبھی نہیں ہوتا ❖

(۹) جو پیشگوئی اس میں ہوتی ہے وہ ہمیشہ صحیح ہوتی ہے اور ضرور ہی پوری ہوتی ہے گو یہ ممکن ہے کہ اُسکے سمجھنے میں کوئی غلطی کا ارتکاب کر بیٹھے ❖

(۱۰) اسکے اثر فیض سے انسان اخلاق فاضلہ اور راست بازی کی طرف ترقی کرتا ہُوا قدم بڑھاتا ہے۔ اور دل کو دنیا اور گناہ سے منتقل کر لیتا ہے ❖

(۱۱) چونکہ یہ خدا کا کلام ہوتا ہے اسلیئے کارخانہ الٰہی کے عجیب و غریب کام اسکی تائید میں صادر ہوتے ہیں اور اسکے اندر عظیم الشان اور قوی پیشگویاں ہوتی ہیں جو اپنے اپنے وقتوں میں پوری ہوتی ہیں۔ جب خدا کا کلام اور اُس کے فعل اکٹھے ہو جاتے ہیں تو نور یقین دریا کی طرح بہ نکلتا ہے۔ اور انسان زمینی زندگی سے منقطع ہو کر ایک فرشتہ بن جاتا ہے ❖

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی غیر معمولی پیدائش میں ایک بڑا راز

(حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے کے ایک انگریزی مضمون سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

خدا کی بے شمار برکات اور انعاموں میں سے جو نسلِ انسانی پر ہیں نبوت اور رسالت لاریب سب سے اعلیٰ اور نہایت ہی عمدہ انعام ہے۔ یہ فضل نہ صرف اسی ایک تک محدود رہتا ہے جو براہِ راست اللہ تعالیٰ سے اسے حاصل کرتا ہے بلکہ ان لوگوں پر بھی ہوتا ہے جنکے درمیان کوئی شخص نبوت کے بلند مقام پر کھڑا کیا جاتا ہے۔ کیا ایک ایسے شخص کا ہمارے درمیان رکھا جانا جو زمین و آسمان کے خالق و مالک سے باتیں کرتا ہے اور اُس کا شیریں کلام سنتا ہے ایک بڑا خدائی فضل نہیں ہے؟ خدا کی اس برکت کو کوئی دنیاوی فضیلت لگا نہیں کھا سکتی۔ کسی قوم میں خدا کے نبی ہونے سے کیا راحت۔ کشش اور اخلاقی حسن اس قوم کو حاصل ہو سکتا ہے اس سے آجکل کی دنیا محروم ہے۔ پیارے قارئین تصوّر کرو۔ اس خدا کے خاص بندے ہونیکی کا جو بادشاہوں کا بادشاہ اور جسکے نزدیک کوئی بات اَنہونی نہیں ہے لیکن نہیں۔ موجودہ دنیا مردہ ہے ایسی مردہ جسکی زندگی کے ظاہری آثار معدوم ہیں۔ ہاں ہم سے پوچھو کہ اپنے درمیان خدا کے نبی کے ہونے سے کیا مسرّت پیدا ہوتی ہے کیونکہ ہماری حسّیں مردہ نہیں ہیں۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے خدا کے ایک نبی کو دیکھا ہے۔ اس کے الفاظ اپنے کانوں سے سُنے ہیں۔ ہم اسکے ساتھ ایک عرصہ رہے ہیں اور اس سے پیار کرنے اور خود پیار کیئے جانیکی مسرّت کو محسوس کیا ہے۔ آہ! اب جبکہ میں یہ الفاظ لکھ رہا ہوں اسکی تصویر میری آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے جس سے میرے بدن میں خوشی کی لہر پھر گئی۔ میں اسکے پیارے ہونٹوں پر تبسم دیکھتا ہوں۔ بخدا یہ سب کچھ میں آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔ بیشک بڑی رحمت تھی جبکہ خدا کا نبی ہم میں موجود تھا۔ اس نے ہم سے خدا کی بڑی محبت کا ذکر کیا اور اس نے ہم سے ہمت اور ہمدردی کے الفاظ کہے۔ ہم ایسا محسوس کرتے تھے۔ گویا

ہم ایک نئی دنیا میں تھے۔ اسکے روحانی اثر کے ماتحت ہم خدا کو فی الواقعہ اپنے درمیان محسوس کرنے لگ گئے۔ احمد علیہ السلام بطور باپ کے ہم پر نگران تھے اور ہم نے اپنے آپ کو بطور فرمانبردار لڑکوں کے اسکی رضا کے ماتحت کر دیا ہوا تھا۔ مگر وہ فرحت افزا ایام گذر گئے ہیں۔ وہ مٹی کے ڈھیر کے نیچے مدفون ہے اور ہم دنیا کی متضاد عنصروں میں سے اپنا رستہ نکالنے کے لیئے اکیلے چھوڑے گئے ہیں۔ غرض جیسا کہ ابھی میں نے کہا ہے نبوت اس دنیا میں خدا کی بڑی سے بڑی نعمت ہے۔ جب کبھی خدا کسی قوم کو اپنا محبوب بنانا چاہتا ہے تو وہ ایسا کرتا ہے کہ انپر نبوت کا دروازہ کھولتا ہے جیسا کہ اس نے بنی اسرائیل سے کیا۔ اس نے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انمیں مبعوث کیا جس نے انکو ایک شریعت دی۔ بعد موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ نے انکو مذہب اور سچائی کی راہوں پر قائم رکھنے کے لیئے پے در پے انمیں نبی بھیجے۔ مگر اسرائیلیوں نے اپنے مالک حقیقی کو جس نے رحم سے انکو معاف کیا اور اپنی برکتسے انکو محروم نہ کیا ہر بار خفا کیا۔ یہ بار بار سرکشی کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ انکو بار بار معاف کر دیتا تھا مگر کچھ تنبیہ کے ساتھ تا غلط راہ میں پڑکر وہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم نہ ہو جائیں۔ مگر سخت دل یہودیوں نے اپنے چلن میں تبدیلی نہ کی بلکہ غلط کاریوں میں اور زیادہ بڑھ گئے۔ خدا نے ان میں اپنے رسول مبعوث کیئے تا انکے ذریعہ اپنے انعام انپر کرے۔ مگر وہ انہی رسولوں کے مخالف ہو گئے اور انکو سخت ایزا دینی شروع کر دی۔ یہ حد سے گذرنا تھا۔ اب تک تو قادر خدا نے انکی شرارتوں پر چشم پوشی کی تھی اور اگر اس نے کبھی انکو سزا بھی دی تو اس رنگ میں نہ تھی کہ نبوت سی برکت انسے چھن جائے۔ مگر اب اس کا منشاء یہی تھا۔ تاہم اس نے یکلخت ایسا نہیں کیا بلکہ اول حضرت زکریا علیہ السلام کے بیٹے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو انمیں مبعوث کیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں اسوقت پیدا ہوئے جبکہ آخرالذکر بہت بوڑھے تھے اور انکی قوت رجولیت زائل ہو چکی تھی۔ انکی بیوی بھی بانجھ تھیں۔ اس طرح تمام ظاہری اسباب جو بچہ کی پیدائش کے لیئے ضروری ہوتے ہیں موجود نہ تھے۔ مگر زکریا علیہ السلام نے اللہ کے حضور لڑکے کیلیئے دعا کی جسکو خدا نے منظور فرمایا۔ حضرت

یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ مگر جیسا کہ میں ابھی بتا چکا ہوں انکی پیدائش ایسی حالتوں کے ماتحت ہوئی جن کے ہوتے انکو اسرائیلی خاندان کے ساتھ مشکل سے ہی نسبت دے سکتے ہیں۔ کیونکہ اگرچہ پیدائش اسرائیلی والدین کے ہاں ہوئی تاہم انکی پیدائش اعجازی طور پر تھی جو قادر خدا کے خاص فضل کے ماتحت ہوئی۔ اسرائیلی خاندان سے نبوت کے منتقل ہونے کا یہ پہلا قدم تھا کیونکہ اگرچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام بظاہر اسرائیلی تھے مگر حقیقت میں اسرائیلی نہ تھے جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا یہ پہلا قدم اُٹھا کر جلد آنے والی تبدیلی واقع ہونے کی پیشتر سے اطلاع دیدی گئی۔ مگر یہ لوگ اپنی پرانی حرکات میں مستغرق تھے۔ انہوں نے اس سرزنش کو پس پشت پھینکدیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے دوسرا بڑا قدم (نبوت کے منتقل کرنے میں لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسی عورت کے ہاں پیدا ہوئے جس نے کسی مرد کو مَس نہیں کیا تھا۔ حضرت مریم علیہا السلام بیشک اسرائیلی تھیں مگر نسل باپ سے شمار کیا جاتا ہے ماں سے نہیں۔ اسلئے بلحاظ سوسائٹی کے قانون کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسرائیلی نہیں کہا جا سکتا۔ اگرچہ اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انکا اسرائیلی خاندان سے بہت قریبی رشتہ تھا۔ اسلئے کہ کیا انکی ماں اسرائیلی نہ تھی سو اس طرح اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت اسرائیل نہ تھے تاہم کسی باپ نہ ہونیکی صورت میں وہ ایک طرح اسرائیلی قوم میں شمار ہو سکتے ہیں۔ مگر ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے گو حضرت یحییٰ علیہ السلام کا بھی رشتہ اسرائیلیوں کے ساتھ کمزور تھا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو بہت ہی زیادہ کم تھا۔ غرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا رسول بنانے سے خدا کو سرکش یہودیوں کو یہ بتلانا مقصود تھا کہ ان سے نبوت کے پورے طور سے منتقل ہونے کا وقت تیزی سے آرہا ہے۔ دوسرا قدم لیا گیا تھا اور ایک کھلی کھلی تنبیہ کردی گئی۔ مگر افسوس مغرور یہودیوں پر کہ انہوں نے اس تبدیلی کی پرواہ تک نہ کی بلکہ اپنے مالک حقیقی کی سرزنشوں سے بالکل بے پرواہ ہو گئے اگر وہ توبہ کرتے اور پشیمان ہوتے تو انکو خدا کے فضل سے کچھ فائدہ اُٹھانے کا موقع دیا جاتا مگر انکی قسمت کا فیصلہ ہو چکا تھا وہ جو خدا کی طرف سے انکے لیئے ایک کھلی کھلی سرزنش کے طور پر آیا مگر جو انکی نجات کا باعث ہو جاتا اگر وہ اس کی آواز پر کان دھرتے اسکا انہوں نے صاف

انکار کر دیا۔ صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ انہوں نے اسکو صلیب پر باندھ دیا اور اسکو لعنتی موت سے مارنیکا مسلم ارادہ کر لیا۔ انکی اس خبیث حرکت نے انکے گناہ کے پیالہ کو لبریز کر دیا اور انکی موت کی گھنٹی بج گئی چنانچہ اگلا رسول بنی اسمٰعیل سے ہوا۔ قرآن نے اسرائیلیوں سے نبوت کے تدریجاً منتقل ہونیکے سلسلہ کو سورۃ مریم میں جہاں حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی پیدائش کا طبعی ترتیب میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے۔ جس کا غور سے مطالعہ کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غیر معمولی پیدائش کا عظیم بھید کھل جاتا ہے ٭

خدا کی طرف سے عذاب بھی رحمت ہے

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

مخالفین کی یہ بڑی زبردستی ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ الہامی ہدایت ایسی ہونی چاہیئے کہ جس کے مقام اور محل میں دشمنوں کے مقابلہ کی تعلیم نہ ہو اور ہمیشہ حلم اور نرمی کے پیرایہ میں اپنی محبت کو ظاہر کرے ایسے لوگ اپنی دانست میں خدائے عزوجل کی بڑی تعظیم کر رہے ہیں کہ جو اُس کی تمام صفات کاملہ کو صرف نرمی اور ملائمت پر ہی ختم کرتے ہیں۔ لیکن اس معاملہ میں فکر اور غور کرنے والوں پر بآسانی کھل سکتا ہے کہ یہ لوگ بڑی موٹی اور فاش غلطی میں مبتلا ہیں خدا کے قانون قدرت پر نظر ڈالنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کے لیئے وہ رحمت محض تو ضرور ہے مگر وہ رحمت ہمیشہ اور ہر حال میں نرمی اور ملائمت کے رنگ میں ظہور پذیر نہیں ہوتی بلکہ وہ سراسر رحمت کے تقاضا سے طبیب حاذق کی طرح کبھی شربت شیریں ہمیں پلاتا ہے اور کبھی دوائی تلخ دیتا ہے اُس کی رحمت نوع انسان پر اس طرح وارد ہوتی ہے جیسے ہم میں سے ایک شخص اپنے تمام وجود پر رحمت رکھتا ہے اس بات

ہیں کسی کو شک نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک فرد ہم میں سے اپنے سارے وجود سے پیار رکھتا ہے اور اگر کوئی ہمارے بال کو اُکھاڑنا چاہے تو اس پر سخت ناراض ہوتے ہیں لیکن باوصف اس کے کہ ہماری محبت جو ہم اپنے وجود سے رکھتے ہیں ہمارے تمام وجود میں بٹی ہوئی ہے اور تمام اعضاء ہمارے لیئے پیارے ہیں ہم کسی کا نقصان نہیں چاہتے مگر پھر بھی یہ بات بداہت ثابت ہے کہ ہم اپنے اعضاء سے ایک ہی درجہ کی اور یکساں محبت نہیں رکھتے بلکہ اعضاء رئیسہ و شریفہ کی محبت جن پر ہمارے مقاصد کا بہت کچھ مدار ہے ہمارے دلوں پر غالب ہوتی ہے ایسا ہی ہماری نظر میں ایک ہی عضو کی محبت کی نسبت مجموعہ اعضاء کی محبت بہت بڑھ کر ہوتی ہے پس جب کبھی ہمارے لیئے کوئی ایسا موقعہ آپڑتا ہے کہ ایک عضو کا بچاؤ ادنیٰ درجہ کے عضو کے زخمی کرنے یا کاٹنے یا توڑنے پر موقوف ہوتا ہے تو ہم جان کے بچانے کے لیئے بلا تامل اُسی عضو کے زخمی کرنے یا کاٹنے پر مستعد ہو جاتے ہیں اور گو اُس وقت ہمارے دل میں یہ رنج بھی ہوتا ہے کہ ہم اپنے ایک پیارے عضو کو زخمی کرتے یا کاٹتے ہیں مگر اس خیال سے کہ اس عضو کا فساد کسی دوسرے شریف عضو کو بھی ساتھ ہی تباہ نہ کرے ہم کاٹنے کے لیئے مجبور ہو جاتے ہیں پس اسی مثال سے سمجھ لینا چاہیئے کہ خدا بھی جب دیکھتا ہے کہ اس کے راستباز باطل پرستوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوتے ہیں اور فساد پھیلتا ہے تو راستبازوں کی جان کے بچاؤ اور فساد کے فرو کرنے کے لیئے مناسب تدبیر ظہور میں لاتا ہے خواہ آسمان سے خواہ زمین سے اسلیئے کہ وہ جیسا کہ رَحِیْم ہے ویسا ہی حَکِیْم ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

گوشوارہ آمد و خرچ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان - بابت ماہ جنوری ۱۹۱۶ء

تعلیم

آمد: چندہ	فیس مدرسہ	فیس بورڈنگ	علیگڑھ فنڈ	ارضیات	صنعتی	اعانت	متفرق	میزان	بقایا سابقہ	میزان کل	خرچ: عملہ مدرسہ	عملہ بورڈنگ	خوراک	فیس امتحان	کرایہ	وظائف	کرایہ مکانات	صنعتی	ارضیات	میزان خرچ	باقی	مستقل فنڈ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مدرسہ احمدیہ

آمد: چندہ	عوض فیس	فیس بورڈنگ	متفرق	میزان	فاضل گزشتہ	فاضل	خرچ: عملہ مدرسہ	عملہ بورڈنگ	وظائف	میزان خرچ	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

متفرقات

آمد: فیس بلا تعین	فیس بورڈنگ	متفرق تحفہ	متفرق متفرق	فیس بورڈ و ان	میزان	فاضل گزشتہ	فاضل	خرچ: وظیفہ	متفرق	متفرق	متفرق	متفرق خانہ	میزان	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اشاعت اسلام

آمد: اعانت	انگریزی	اردو	تحفہ	متفرق	کرایہ مکانات	میزان	بقایا سابقہ	میزان کل	خرچ: عملہ	انگریزی	اردو	لائبریری	متفرق	میزان	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بورڈران ہائی

آمد: عوض	متفرق	میزان	بقایا سابقہ	میزان	خرچ: خوراک	خوراک و غیرہ	متفرق	متفرق انواع	میزان	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بیت المال

آمد: زکوٰۃ	چندہ عام	متفرق	کرایہ مکانات	میزان	فاضل گزشتہ	فاضل	خرچ: مہمان خانہ	لنگر خانہ	ادویات	ایک بیت	خورد و نوش	وظائف	میزان خرچ	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بورڈران احمدیہ

آمد: عوض	متفرق	میزان	بقایا	بابت	خرچ: خوراک	خوراک و غیرہ	فیس	متفرق بورڈران	میزان	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]

بقایا صیغہ جات یکم فروری سنہ ۱۹۱۷ء

زکوٰۃ	۱۱	۱۳	۵۰۷
تعلیم	۷	۱۵	۱۲۸۹۸
اشاعت	۵	۱۲	۳۷۳۰
مقبرہ	۶	۵	۱۰۵۸۶
بورڈران ہائی	۳	۵	۷۲۰
احمدیہ	۶	۵	۱۳۸
مساکین	۵	۶	۲۶۵۹
امانت اندرونی	۰	۱	۴۲۱۰
" بیرونی	۰	۰	۶۱
مستقل فنڈ	۶	۲	۳۹۱۴
میزان	۱	۴	۳۹۴۲۷
منہائی فاضل	۱	۲	۲۷۵۱۴
	۰	۲	۱۱۹۱۳
	۰	۱۵	۱۱۷۲۶
	۰	۳	۱۸۶

فاضل صیغہ جات یکم فروری سنہ ۱۹۱۷ء

مدرسہ احمدیہ	۶	۱۰	۱۰۳۷۷
بیت المال	۹	۶	۱۲۰۰۹
متفرقات	۹	۰	۲۰۷۰
تیامیٰ	۱	۱	۱۱۹۵
تعمیر	۰	۱۵	۱۸۶۱
میزان	۱	۲	۲۷۵۱۴

پیشگی صیغہ جات یکم فروری سنہ ۱۹۱۷ء

مدرسہ احمدیہ	۰	۰	۶۰۰
تعلیم	۰	۱	۱۵۶۰
بیت المال	۰	۱۴	۷۹۰۳
مقبرہ	۰	۰	۴۲۰
اشاعت	۰	۰	۳۵۰
متفرقات	۰	۰	۸۴۳
تعمیر	۰	۰	۵۰
میزان	۰	۱۵	۱۱۷۲۶

خلیفہ رشید الدین — محاسب

محمد اشرف — ناظر

کہ جو لوگ یکمشت چندہ دے سکیں - وہ یکمشت ادا کر دیں - اور جو لوگ ریویو کے خریدار اس وجہ سے نہیں ہوتے کہ انکو یکمشت چندہ دینے کی استطاعت نہیں - وہ خریدار ہو جاویں اور ضرور انہیں ریویو سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دیا جاوے - قیمت ہر ماہ تھوڑی تھوڑی کرکے مقامی سکرٹری کو دیتے رہیں - جو ایک روپیہ چھ ماہ کا چندہ ہونے پر صدر انجمن کے دیگر چندہ کے ساتھ قادیان بھیج سکتا ہے - پس اگر سکرٹری صاحبان انجمنہائے احمدیہ اس تجویز پر عملدرآمد کرنے کی کوشش فرماویں تو آسانی سے دس دس خریدار ریویو مہیا کر سکیں گے اور اس طرح پر حضرت مسیح موعودؑ و حضرت خلیفة المسیح کے ارشاد کی تعمیل ہو کر بہت سے دوستوں کو ریویو کی خریداری کا موقع مل جاویگا - اور تعداد خریداران ریویو بھی زیادہ ہو جائیگی ۔ ورنہ کم استطاعت احباب سے چھ ماہ کی یا تین ماہ کی قیمت وصول کیجاوے - اگر ایسا بھی نہ ہو سکے تو پھر ماہواری چندہ کے ساتھ ۲ر یا ۴ر ماہوار قیمت ریویو بھی وصول کیا کریں - اور جو ایسا پسند فرماویں انکے نام ریویو جاری کرنے کیلئے دفتر ہذا میں اطلاع دیدیں ÷

مَیں افسوس کرتا ہوں کہ اکثر احباب نے جو کانفرنس کے موقع پر حاضر تھے - اور حضرت خلیفة المسیح نے فرمایا تھا کہ اس بات کا عہد کرکے جاؤ کہ واپس جاکر دس دس خریدار ریویو اردو کے لئے دینگے اس کام کے متعلق اب تک کوئی توجہ نہیں فرمائی - حالانکہ علاوہ رسالہ میں توجہ دلانے کے علیحدہ طور پر کارڈ بھی بھیجے گئے ہیں - پس مہربانی فرماکر توجہ فرماویں - اور اپنے عہد کو پورا فرماویں - کسقدر افسوس کا مقام ہے - کہ حاضرین کانفرنس میں سے صرف پانچ سات دوست ہی ہر ماہ ریویو کیلئے توجہ دیتے معلوم ہوں اور باقی دوست اپنے فرض کو شناخت نہ کریں ÷ ۲ کوشش کیجاوے کہ جو لوگ یکمشت سال بھر کی قیمت ریویو ادا کر سکیں ان سے یکمشت چندہ لیا جاوے ÷

ڈاکٹر کی ہدایت

نوبتی بخار سخت زکام اور ملکی قسم کی طاعون کیلئے باٹلی والا کا ایگیو مکسچر بڑی بوتل یا بخار کی گولیاں قیمت عه ر باٹلی والا کا بلمرت - بچوں اور کمزور اشخاص کے لیئے مقوی سی قیمت عه ر باٹلی والا کی اصلی کونین کی ٹکیاں ایک اور دوگرین کی گولیوں کی بوتل باٹلی والا کا ایگیو مکسچر چھوٹی بوتل قیمت ۸ر کالرپل - ہیضہ - دستوں اور قے کے واسطے قیمت عه ر دانتوں کا منجن قیمت ۴ر مقوی گولیاں زرد اور کمزور اعصاب کیلیئے قیمت عه ر داد کا مرہم - داد اور خارش کیلیئے قیمت ۴ر یہ ادویہ ہندوستان میں سب جگہ فروخت ہوتی ہیں - نیز ڈاکٹر ایچ - ایل - باٹلی والا اینڈ سنز ورلی کلدیٹ ہل بمبئی سے مل سکتی ہیں ÷

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۲۷

پلیگ سے کیوں ڈرتے ہو

Digitized by Khilafat Library

سوائے اور سب بیماریوں کے اس سے ڈرنے کا سبب یہ ہے کہ آجتک لاکھوں انسان اس موذی عارضہ کے پنجہ ظلم سے ہلاک ہو چکے ہیں۔ گاؤں کے گاؤں اُجاڑ ہو گئے۔ شہر کے شہر تباہ ہوئے۔ اسوجہ سے اسکے نام سے ہی دہشت [illegible] پلیگ میں مبتلا ہونیکے بعد پھر کوئی علاج نہیں ہے۔ لیکن بنظر حفظ ماتقدم ڈاکٹر ایس کے برمن کی پلیگ رو کنے والی گولیاں منگوا کر ضرور رکھیں۔ اِن گولیوں کے استعمال سے جسم کے خون میں کچھ ایسا اثر ہوتا ہے جس سے پلیگ کے کیڑے نہ ٹھیر سکیں۔ اور نہ انکا زہر اثر کر سکتا ہے۔ وقت پر ان گولیوں کے استعمال سے ہزاروں انسان پلیگ سے محفوظ رہتے ہیں۔ آپ بھی غافل نہ رہیں ایک گولی روزانہ ٹھنڈے پانی سے نگل جانا چاہیئے بچوں کو نصف یا چوتھائی۔ قیمت ۳۶ گولیوں کی ڈبیہ ۸ ر ۶۰ گولیوں کی ڈبیہ ۱۲ ر محصولڈاک ایک سے ۶ ڈبیہ تک ۵ ر

دوائیوں کے تیل

مذکورہ ذیل دوائیوں کے تیل کے دو تین بوند پاؤ آدھ سیر دوا کے فائدہ دیتے ہیں اور کوٹنے پیسنے کی تکلیف سے بھی بچتے ہیں اور آسانی سے پی سکتے ہیں ؛

(۱) **روغن صندل**۔ سوزاک کیلئے نہایت درجہ مفید ہے قیمت ۶ ر محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک ۵ ر

(۲) **اجوائن کا تیل**۔ قے بدہضمی کی ایک ہی دوا ہے " ۶ ر " " " ۵ ر

(۳) **روغن سونٹھ**۔ یہ بھوک بڑھاتا ہے اور ریاح کو خارج کرتا ہے ۸ ر " " ۵ ر

(۴) **روغن سونف**۔ پیٹ پھولنا اور دست وغیرہ کیلئے مفید ثابت ہوا ہے ۴ ر " ۵ ر

(۵) **روغن دال چینی**۔ یہ دال چینی کے ملائم چھلکوں سے بنا ہے اور یہ چیز نہایت خوشبودار ہے ۶ ر " ۵ ر

(۶) **روغن لونگ**۔ متلی اور ریاح کو رفع کرتی ہے اور ضعف شکم و بدہضمی کو مفید ہے ۴ ر " ۵ ر

(۷) **روغن لیمو**۔ ہرے گویا ابھی درخت سے ٹوٹے ہوئے لیموں کا خوشبو دیتا ہے۔ ۴ ر " ۵ ر

(۸) **روغن پیپرمنٹ**۔ پیٹ کے درد و بدہضمی اور ریاح کے خارج کرنے میں یہ مشہور دوا ہے ۴ ر " ۵ ر

(۹) **روغن الائچی**۔ متلی اور ہچکی کو بند کرتی ہے اور بھوک بڑھاتی ہے۔ ۶ ر " ۵ ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

باہتمام بھائی بہادر سنگھ مینجر و پرنٹر دنیر ہند پریس امرتسر میں شیخ محمد نصیب پبلشر ریویو آف ریلیجنز قادیان کیلئے چھاپا گیا۔

2.6.17

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ∴ لو تمھیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی دنیا کے مذاہب پر نظر

Digitized by Khilafat Library

جلد ۱۶ — بابت مئی سنہ ۱۹۱۷ء — نمبر ۵

مطابق رجب سنہ ۱۳۳۵ھ

چندہ سالانہ

ماہوار

فہرست مضامین

ڈاکٹر ڈویمر کا بھوت ۱۶۵-۱۷۳

الہام ۱۷۳-۱۹۷

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غیر معمولی پیدائش میں ایک بڑا راز ۱۹۸-۲۰۱

خدا کی طرف سے عذاب بھی رحمت ہے ۲۰۱-۲۰۲

گوشوارہ ۲۰۳-۲۰۴

رپورٹ صیغہ اشاعت اسلام بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۷ — ٹائٹل صفحہ ۶ ب و ج

رپورٹ صیغہ اشاعت اسلام بابت ماہ مئی ۱۹۱۷ء سنہ

حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد کے مطابق ذیل کے احباب نے اپنے عہد کو پورا کرنے کی غرض سے مندرجہ ذیل خریدار ریویو عطا فرمائے ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ منشی فرزند علی صاحب گو کانفرنس میں موجود نہ تھے مگر حضرت صاحب کا حکم سُنکر جو علی الخصوص حاضرین کانفرنس کے لیئے تھا۔ اسکی تعمیل میں خریدار دیئے ہیں:۔

مرزا محمد شفیع صاحب رہتک۔ ایک خریدار ریویو اُردو باقی ایک ہے

بابو محمد یوسف صاحب سکرٹری لائل پور۔ تین خریدار ریویو اردو باقی ۵

چودھری غلام سرور صاحب سردار چک ۳۳ فضل پورہ ضلع لائلپور دو ریویو اردو باقی ۷

منشی محمد تقی صاحب مدرس سنور ریاست پٹیالہ ایک ریویو اردو باقی ۹

مولوی عنایت اللہ صاحب مدرس مانگٹ اونچے ضلع گوجرانوالہ ایک ریویو اردو باقی ۹

منشی فرزند علی صاحب فیروزپور چھ خریدار ریویو اُردو باقی ۴

بابو وزیر محمد صاحب لاہور۔ ایک " " " باقی ۹

ڈاکٹر عباد اللہ صاحب امرتسر۔ ایک " " انگریزی باقی ۹

منشی غلام قادر نقشہ نویس امرتسر۔ ایک " " اُردو باقی ۹

ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب پٹیالہ۔ ۴ " " " باقی ۶

علاوہ اسکے چھ خریدار ریویو اُردو کے اور پانچ خریدار ریویو انگریزی کے آئے۔ گویا اس ماہ کُل خریدار ریویو اُردو کے ۲۶ اور ریویو انگریزی کے چھ پہنچے۔ سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحبان سکندرآباد دکن نے جنکو خدا نے اشاعت اسلام و سلسلہ عالیہ احمدیہ ... کے کام کے لیئے خاص جوش عطا فرمایا ہوا ہے۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے اور انجمن فیروزوالہ ضلع گوجرانوالہ نے ایک ایک پرچہ کی قیمت برائے تبلیغ غیر ممالک عطا فرمائی جزاہم اللہ خیراً۔

ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب سب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ ریویو اردو کے خریدار بڑھانے کے متعلق ایک آسان تجویز پیش کرتے ہیں۔ کہ سکرٹری انجمن ہائے اپنے اپنے علاقوں میں تحریک کریں